

تم دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہو جبکہ آخرت
کی زندگی بہت بہتر ہے اور اس میں بقا ہی بقا ہے۔۔

(سورہ اہل۔ آیت 16-17)

مرضِ حُبِّ دنیا

علامات اور علاج



— جمع و ترتیب —
سید عابد حسین زیدی

پیغامِ رحمتِ اسلامی علی

مرضِ حُبِّ دُنیا

علامات اور علاج

جمع و ترتیب

سید عابد حسین زیدی

ناشر

پیغام وحدتِ اسلامی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

کتاب کی شناخت

نام کتاب :	مرضِ کُتبِ دُنیا علامات اور علاج
جمع و ترتیب :	سید عابد حسین زیدی
کمپوزنگ :	الباسط گرافکس
گرافکس :	سید محمد علی زیدی (ڈیزائن)
پروف ریڈنگ :	سید رضا عباس عابدی (محمد)
مطبع :	الباسط پرنٹرز
ایڈیشن :	سوم
تعداد :	ایک ہزار
سال طبع :	۲۰۰۸

باہتمام

مدرسة القائم

50-ریلاک 20، سادات کالونی، فیڈرل بی ایریا، کراچی

فون: 0333-2136992 021-6366644 , 0334-3102169

ویب سائٹ: www.al-qaim.com ای میل: info@al-qaim.com

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
(۱)	تقریب	۵
(۲)	پیش لفظ	۷
(۳)	دنیا اب تک ہا کرہ ہے	۹
(۴)	مومنین کے دنیا پرست ہونے پر شیطان کی خوشی	۹
(۵)	دنیا و آخرت دوسو کنیں ہیں	۹
(۶)	دنیا شیطان کی دکان ہے	۱۰
(۷)	نفتیوں کے ساتھ بھی دنیاوی زندگی گزر جاتی ہے	۱۰
(۸)	دنیا کی تین حسرتیں	۱۰
(۹)	عقل مند کون ہے ؟	۱۰
(۱۰)	پیسہ ہاتھ سے نکل کر فائدہ پہنچاتا ہے	۱۱
(۱۱)	ایک نہایت قیمتی قول	۱۱
(۱۲)	مالداروں کو خطرات	۱۱
(۱۳)	مومنین کو مولائے کائنات کی ایک نصیحت	۱۲
(۱۴)	دنیا کو تو بالآخر چھوڑنا ہی ہے	۱۲
(۱۵)	حب دنیا کم کر کے آخرت کیلئے زائد راہ جمع کرنے کا فائدہ	۱۳
(۱۶)	حب دنیا میں جتنا شخص کی مثال	۱۳

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
(۱۷)	دنیا کی لغوی تعریف	۱۴
(۱۸)	تعریف دنیا بزبان مولائے مسکینان	۱۵
(۱۹)	دنیاوی قلبی تعلقات حجاب ہیں	۱۵
(۲۰)	روزانہ ہماری پیشانی پر کچھ لکھ دیا جاتا ہے	۱۵
(۲۱)	آخرت کیلئے دنیا کا نقصان اٹھا لیجئے	۱۶
(۲۲)	کاش ہم دیکھ لیتے	۱۶
(۲۳)	دنیا کی مثال بارش کی سی ہے	۱۶
(۲۴)	وہ دنیا جس کا حصول قابل تعریف ہے	۱۷
(۲۵)	حب دنیا کی حقیقت	۱۸
(۲۶)	ایک اہم نکتہ	۲۰
(۲۷)	حب دنیا کے سلسلے میں چند احادیث و آیات کی وضاحت	۲۲
(۲۸)	علامات و حب دنیا	۳۳
(۲۹)	حب دنیا کا علاج	۳۶
(۳۰)	ایک غلطی اور اس کا ازالہ	۷۳
(۳۱)	ایک بڑا مقام	۷۶
(۳۲)	عارف	۷۶

تقریظ

دنیا کی محبت تمام گناہوں میں سرفہرست ہے۔ بے شک تمام گناہ دنیا کی محبت اور اس پر فریفتگی کی وجہ سے ہی سرزد ہوتے ہیں بلکہ یہ کہنے میں کوئی مبالغہ نہیں کہ دنیائے اسلام کی تاریخ میں واقع ہونے والا سب سے بڑا جرم یعنی حادثہ کربلا بھی اسی ”حب دنیا“ کی وجہ سے پیش آیا۔ جو قیامت تک مسلمانوں کے لیے ایک بد نما داغ بن کر رہ گیا۔ یزید حب دنیا کا ایک مجسم نمونہ تھا۔ ابن زیاد جو حب دنیا میں غرق ہو چکا تھا جسے امام علیہ السلام نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ تمہیں رے کی گندم بھی نصیب نہیں ہوگی، مگر اس بد بخت کے سر سے یہ سودا نہ گیا۔

دنیا کی محبت جب دلوں میں راسخ ہو گئی تو ان لوگوں کو اتنے بڑے جرم پر آمادہ کیا گیا اور ان لوگوں نے اتنی جلد فرزندِ رسولؐ کی عظمت کو نظر انداز کیا جبکہ قرآن پکار پکار کر کہہ رہا تھا:

قُلْ لَا اسئلكم عليه اجراً الا المودة فی القربی

ترجمہ: کہہ دیجئے اے رسولؐ میں تم سے کچھ بھی اجر رسالت نہیں مانگتا مگر یہ کہ تم میرے قربانی سے مودت اختیار کرو۔

یعنی ان پر اپنی تمام محبتوں کو قربان کر دو مگر دنیا کی محبت ان کے لئے ایسے آڑے آئی کہ بجائے اس کے کہ اپنی محبتوں کو فرزندِ رسولؐ پر قربان کرتے، خود فرزندِ رسولؐ کو بھوکا پیاسا ذبح کیا۔ اس میں شک نہیں کہ دنیا انسان کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ بقدر ضرورت لینے کا حکم ہوا۔

ولا تنس نصيک من الدنيا

تم دنیا سے اپنا حصہ لینا مت بھولو۔ لیکن اس کو اپنے دل میں بسالینا سخت
دنیا ہے جو غموم ہے۔

جب دنیا ہی وہ بنیادی چیز ہے جس سے دوسری تمام بیماریاں جنم لیتی ہیں، حسد
بغض، دشمنی، جھگڑی، بغیبت، ظلم، قتل، جبر، تمام امراض اسی خُب دنیا کی وجہ سے پیدا ہوئے
ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ کسی بھی مریض کے مرض کا علاج اس وقت یقینی ہو جاتا ہے جب
اس کے مرض کی تشخیص یقینی ہو جائے۔ ہر ماہر ڈاکٹر تشخیص بنا کر علاج شروع کرتا ہے۔
اس مختصر رسالہ میں جناب سید عابد حسین زیدی صاحب نے بڑی باریک بینی کے ساتھ
تمام معنوی بیماریوں کی جڑ پر ہاتھ رکھا ہے۔ مکمل تشخیص کر کے اس کے آثار، نتائج اور
علاج پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ خداوند کریم سے دعا ہے کہ ان کی توفیقات میں اضافہ
فرمائے۔ اس سے پہلے بھی آپ کی ایک کتاب ”مرض بکثر علامات، تشخیص کے طریقہ
اور اس کا علاج“ کے نام سے طبع ہو کر مقبول خاص و عام قرار پائی ہے۔ خدا کرے
مرتب کا زور قلم اور زیادہ ہو۔

مولانا سید ذوالفقار علی زیدی

امام جمعہ جامع مسجد محمد مصطفیٰ، عباس ٹاؤن کراچی

پیش لفظ

ہرچند کہ ہمارے اندر مختلف امراض روحانی پائے جاتے ہیں لیکن جناب رسول خدا کی احادیث کے مطابق تمام امراض روحانی کا سبب صرف ایک ہی چیز ہے۔ وہ کیا ہے؟

رسول اسلام فرماتے ہیں: **خُبُّ الدُّنْيَا زَانٌ شَكْلُ خَطِيئَةٍ**
 دُنیا کی محبت تمام خرابیوں کی جڑ ہے۔ لہذا اگر مرضِ اصلی کا علاج کر لیا جائے تو تمام امراضِ روحانی کا علاج ہو جائے گا کیونکہ اصل مرضِ بقیہ امراض کا سبب ہوا کرتا ہے۔ خُبُّ دُنیا چونکہ تمام خطاؤں کی جڑ ہے جب اس کا علاج ہو جائے گا تو سارے امراضِ خودی رفع ہو جائیں گے۔

البتہ ایک سوال یہ ہو سکتا ہے کہ خُبُّ دُنیا چونکہ تمام امراض کی جڑ بتلایا گیا ہے تو اس کو دیگر امراض سے کیا علاقہ؟ مثلاً نماز نہ پڑھنے کا خُبُّ دُنیا سے کیا رابطہ ہے؟ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص میں خُبُّ دُنیا ہو اور وہ نماز بھی پڑھتا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص میں خُبُّ دُنیا ہو اور وہ روزہ بھی رکھتا ہو یا مثلاً کسی میں غصہ اور دُنیا کی محبت نہ ہو بظاہر تو کوئی تعلق معلوم نہیں دیتا۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو خُبُّ دُنیا کا ہر مرض سے واسطہ ہے کیونکہ جس میں خُبُّ دُنیا ہوگی اس سے آخرت کا اہتمام ہی نہ ہوگا اور وہ اعمالِ حسنہ بھی انجام نہ دے گا، نہ کما حقہ بُرائیوں سے بچے گا کیونکہ جب آخرت کی فکر ہوتی ہے تو جرائمِ صادر نہیں ہوتے البتہ حیاتِ دنیا پر مطمئن ہونا قابلِ مذمت ہے۔

اب یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اطمینان کسے کہتے ہیں؟ اطمینان کے معنی ہیں سکون کے جو کہ مقابل ہے حرکت کا۔ مطلب یہ ہوگا کہ حیات دنیا پر اتنا قرار ہو گیا کہ دنیا کے آگے قلب و ذہن کو حرکت ہی نہیں ہوتی۔ آگے خیال ہی نہیں جاتا بس جیسے کوئی چیز مرکز پر ٹھہر جاتی ہے اور آگے ہی نہیں بڑھتی۔ یعنی اصل خرابی یہ ہے کہ حیات دنیا پر ایسا اطمینان ہو جائے کہ حرکت الی الاخرۃ نہ ہو۔

لہذا قلب کو دنیا پر قرار ہو جانا اور آخرت کے لئے دل کا بے چین نہ ہونا یہی جڑ ہے تمام روحانی بیماریوں کی۔ لہذا بغیر حرکت کے کچھ نہیں ہو سکتا۔ خود اس بیماری سے چھٹکارا پانے کا ارادہ کریں تو خدا کی طرف سے بھی توجہ ہوگی جس طرح حضرت یوسفؑ نے بھی جب بھاگنے کا ارادہ کیا تھا تو ارادہ کرتے ہی سارے دروازوں کے قفل ٹوٹ گئے تھے کیونکہ رحمہ حق کے متوجہ ہونے کے لئے عادیۃً قصد و ارادہ شرط ہے۔

دنیا کی کوئی خوشی مکمل طور پر تو کبھی حاصل ہو ہی نہیں سکتی اور آخرت کی کوئی راحت بھی ایسی نہیں ہے جو اختیاری نہ ہو۔ نبوت اور امامت کے عہدوں کو چھوڑ کر بڑے سے بڑے درجے میں جانا اختیاری ہے۔ وہاں تو بس خوشی ہی خوشی ہے جو بالکل ہمارے اختیار میں ہے قارئین کرام آخرت کی فکر اور اس کی انگلیں پیدا کریں۔ شریعت نے دنیا سے فائدہ اٹھانے سے منع نہیں فرمایا بلکہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے سے منع کیا ہے۔ پس دنیا کو حاصل کرنا حرام نہیں ہے۔ ہاں دین کو برباد کر کے دنیا کمانا حرام ہے۔

ادارہ

پیغام وحدت اسلامی

دنیا اب تک باکرہ ہے

حکایت میں ہے کہ مرد عارف نے دنیا کو خواب میں دیکھا کہ وہ بڑھیا ہے مگر ابھی تک باکرہ (کنواری) ہے انہوں نے پوچھا: یہ کیا بات ہے کہ تم نے اتنے خصم کئے اور اب تک کنواری کیسے ہو؟ تو دنیا نے کہا: جو مرد تھے انہوں نے مجھے منہ نہیں لگایا اور جو میرے عاشق تھے وہ نامرد تھے۔ انھیں میں نے منہ نہیں لگایا اس لئے ابھی تک کنواری ہوں۔

مومن کے دنیا پرست ہونے پر شیطان کی خوشی

روایت میں ہے کہ جب حضرت خاتم الانبیاءؐ مبعوث ہوئے تو ابلیس کا لشکر ان کے اطراف جمع ہو کر کہنے لگا: "خدا نے ایک پیغمبر کو بھیجا ہے جس کی ایک امت قرار دی گئی ہے۔" ابلیس نے کہا: "کیا اس کی امت دنیا کو دوست رکھے گی؟" انہوں نے کہا: "ہاں" اس وقت ابلیس نے کہا: مجھے کوئی پرواہ نہیں وہ بت پرستی نہیں کرتے نہ کریں۔ میں رات دن ان کو ایسے مشغلے میں لگاؤں گا کہ وہ خلاف حق مال حاصل کر کے بجا طور پر صرف کریں اور حقدار کو نہ دیں۔ میں ان میں اسی مال کی وجہ سے تمام خرابیاں پیدا کر دوں گا۔

دنیا آخرت دونوں گمشدہ ہیں

حضرت عیسیٰؑ فرماتے ہیں: "دنیا و آخرت ایک دوسرے کی ضد (سوکھیں) ہیں۔ ان میں سے ایک کو جتنا خوش کرو گے دوسری کو اتنا ہی ناراض کرو گے۔"

دنیائے گنہگار کی بات ہے

ایک مرد انا کا قول ہے ”دنیا شیطان کی دکان ہے جس سے کوئی چیز نہیں
لینی چاہئے ورنہ شیطان تمہیں اپنا گاہک سمجھ کر چپچاہی کہاں چھوڑے گا۔“

دنیا کی گتے میں دھوپ کی روشنی کو گرہ لگاتی ہے

ایک امیر نے کسی سن رسیدہ بوزمیں جس کی عمر ایک سو بیس (۱۲۰) برس کی
تھی سوال کیا کہ آپ نے دنیا کو کیسا پایا۔ تو اس نے جواب دیا ”چند سال سختی و
مصیبت میں گزرے اور چند سال سہولت و آسانی کے ساتھ۔ اور یہ چند سال بھی
لطف مال دنیا کے ساتھ گزر رہی جاتے۔“

دنیا کی گتے میں (۲) سرگتیں

علمائے عرفان فرماتے ہیں کہ وہ کونسا شخص ہے جو دنیا سے رحمت ہوتے
وقت تمین ارمان اپنے ساتھ نہ لے جائے

(۱) ایک حسرت تو یہ باقی رہتی ہے جو کچھ چاہا تھا اس کو اچھی طرح
استعمال کا موقع نصیب نہ ہوا۔

(۲) ساری امیدیں پوری نہ ہو سکیں۔

(۳) آخرت کی تیاری بھیس ہونی چاہئے تھی ویسے نہ ہو سکی۔

دنیا کی گتے میں (۳) سرگتیں

صحابی رسولؐ کیجی امین معاذ فرماتے تھے۔

”عقل نہ کہلانے کا حق صرف اسی شخص کا ہے جو تیس کام ہر انجام دے سکے“

ورد دیکھتے تو ہمیں بھی مل جاتا ہے اور مالداروں پر اس مال کی حفاظت کی ذمہ داری
 مزید ہے جو ہم پر مالک نہیں۔ اور قیمت میں اس سے اس کا حساب یا جو سے
 گا اور ہم اس سے بھی بڑی لذت میں (آپ ناحق ان بچوں کو برا سمجھتے ہیں)۔
 بھی وجہ ہے کہ مالدار آدمی و مرتے وقت دو آفتیں درپیش ہوتی ہیں
 دوسری کو نہیں ہوتی ایک تو یہ ہے کہ سارا مال اس سے چھین جاتا ہے۔ دوسرا
 اسے تمام مال کا حساب دینا پڑتا ہے۔ مگر حلال مال تھا تو اسے نیک مصرف میں
 کیوں نہ لایا گیا اور مگر حرم تھا تو حاصل کیوں کیا؟

دنیوی فائدے حاصل کرنے کی حکمت

مولاؑ فرماتے ہیں "اے خدا کے بندہ! مستوج رہو کہ پرہیزگار دنیا میں
 بھی فائدے حاصل کرتے ہیں اور آخرت میں بھی۔ وہ دنیا و ادوں کے ساتھ
 دنیاوی فائدے میں شریک ہیں مگر دنیا داران کے آخرت کے فوائد میں شریک نہیں۔
 انھوں نے بھی دنیا سے وہی استفادہ کیا ہے جو عیاش، ظالم اور حکمران لوگ کرتے ہیں۔
 اس کے باوجود یہ لوگ آخرت کا زور اور دنیا کی تجارت کے محل سے پوری
 طرف کشا کر آخرت کی طرف مائل ہو گئے ہیں اور دنیا سے رہبر کی نڈت کو بھی
 حاصل کیا ہے ورنہ یقین تھا کہ آخرت میں اللہ کے جو اجر رحمت میں اس طرح
 زندگی بسر کریں گے کہ ان کی کوئی خواہش بھی رد نہیں کی جائے گی اور رعت اور خوشی
 سے ان کا کوئی حصہ کم اور ناقص نہ ہوگا۔"

تفسیر روئے ابیان میں ایک قاعدہ عمل کیا ہے۔ ایک بادشاہ کو ایک

میں ایک انتہائی قیمتی برتن تھا جس میں جواہرِ شاد و بہشت پسند آویں۔ اس نے اپنے
 اور سے یہ چھبڑ تمہیں یہاں کا گارڈ کے عرصہ میں بادشاہ سلامت نے مجھ سے
 چاہتے ہیں کیا آپ سے قائل ہیں۔ بادشاہ و وزیر نے یہ بات بہت بُری محسوس
 کی۔ بادشاہ نے یہ بد مذاق جوابی جواب نہیں دیا۔ بادشاہ
 کے برتن ایک خاص مقام پر تخت کی ہدایت کی ایک شخص کو اس کی حفاظت پر
 مامور کیا۔ یہ اس وقت کی برتن بادشاہ و اہل عیال کے چار ماہ تھا کہ اس کے ہاتھ
 سے کوئی نہ آیا۔ پھر اس شخص کی شہادت آئی۔ وزیر نے موقع کی مرست
 دیکھتے ہوئے بادشاہ کو سمجھایا کہ ایسا حضور میں نہ ہوتا تھا کہ یہ آپ کے شایان
 شان ہیں سے کہ اس برتن سے اس کا میں اس کو کوئی نہ تھا۔ آپ کو اس
 میں اس میں کما چاہتے تھا۔ اس نے دیکھی آپ اس نوٹ آیا۔ بادشاہ و وزیر
 کی حکمت اور عقل کا معتقد ہو گیا۔

اس واقعہ سے اندازہ ہوا کہ عقل و تدبیر اس شہر کی سے ہے۔
 کا بغیر رہتا ہے۔ ہذا میں وہی نہیں پتا۔ وہ خار میں سے آیا واپسیت
 نہیں آیا اور پتی ہوتی ہا اور عام فقرت تک پہنچ رہا ہے۔

پہلے کی طرح کے اثرات کے لئے ایک اور حکایت

بیت اللہ مستغیب شیریں ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک بزرگ
 ایک گلی سے زور سے تھے کہ کسی نے اُس کے مکان سے مٹی چپے پھنگی جو ان کے
 سر پر گرنے لگی۔ ان کے لئے 'خداوند تبارک و تعالیٰ' نے اسے اس کا ایک بوجھ
 سے کہ اگر پتھر بھی پھینکے جائیں تو بھی وہ نہ اترے۔ تو کتا مہربان ہے۔ مجھ پر منتی

نرم نرم خاک پھٹکوا دی۔

جس کو آخرت کی یاد ہو تو دنیا کی تھوڑی سی تکلیف اسے زیادہ نہیں ستا سکتی
اور اپنے وطن اصلی کو یاد کر کے راحت ہو جاتی ہے۔ ہم نے دنیا کو پناہ سمجھا
ہے اسی لئے یہاں سے جد ہونے کا غم اور رنج ہوتا ہے ورنہ جب وہی سفر پر جاتا
ہے وہاں ہی پر جتن گھر سے قریب ہوتا جاتا ہے خوشی بڑھتی جاتی ہے اور یہاں یہ
حالت ہے کہ جوں جوں مرنے کے دن قریب آتے ہیں روح فنا ہوتی ہے۔ اگر
واقعی وطن اصلی کا شوق پیدا ہو جاتا تو دنیا کے ہزاروں غم کلم ہو جاتے، ہزاروں
خواہشات دنیا فنا ہو جاتیں اور جو آخرت کو اپنا گھر سمجھتے ہیں تو جیسے جیسے دوسرے
کے قریب ہوتے ہیں تو وہ خوشیاں مناتے ہیں جیسے کہ سفر سے آئے ہو۔ گھر
کے قریب پہنچ کر خوشیاں مناتے ہیں۔ جیسا کہ شب عاشور صوبہ ہمدان حسین
آپس میں ہنسی مذاق کر رہے تھے کہ اپنا گھر اور مقام عالم آخرت میں نظر آ رہا تھا۔

گھر دنیا میں جتنا شخص کی مثال

خوب دنیا میں جتنا شخص کی مثال ریشم کے کپڑے سے دی جاتی ہے کہ وہ
جس قدر اپنے گرد ریشم کا جاہ بنتا ہے اسی قدر نجات کا دروازہ اس کے لئے بند
ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ غم و غصہ ہی سے ہلاک ہو جاتا ہے۔

دنیا میں جتنا شخص کی مثال

دنیا غلط "دنو" سے مشق ہے جس کے معنی قریب اور نزدیک کے ہیں۔

تقریباً ہر عورت کا مسئلہ

ایک شخص نے سردارِ مہدی علی بن ابی طالب سے عرس کی کہ موافق دنیا کی
تقریب کیجئے؟

حضرت نے فرمایا کہ یہ تقریب آروں اور کوئی ہندو۔ دونوں
فکر نہیں ہے۔ اگر یہاں ہے تو پریشان ہے۔ جو محتاج ہیں وہ غمگین ہیں۔ جو مالدار
ہیں وہ آفت میں مبتلا ہیں۔ اگر عدل سے حاصل کریں تو حساب دینا ہوگا اور اگر
حرام سے سب کریں تو عذاب بھگتنا ہوگا۔

عشق و محبت کا نام

اس دنیا سے لبتشکی و رقتی محبت ہی کا نام ہے۔ مذموم دنیا اس سے وابستگی
جتنی زیادہ ہوگی اتنے ہی قلب نسائی پر پڑے پردے دبیر ہوتے جائیں گے بعض
احادیث میں آیا ہے کہ ”خدا کے نورانی اور ظہری سفر ہزار پردے ہوں گے۔“
امام شافعی فرماتے ہیں کہ ظہری حجاب وہی دنیا سے قلبی تعلقات والے
ہوں گے یہ تعلقات جتنے زیادہ ہوتے جائیں گے پردے بھی اتنے زیادہ ہوتے
جائیں گے اور تعلق جتنا شدید، حجاب اتنا ہی غیظ تر ہوگا اور اس کا چاک کرنا مزید
مشکل تر ہوگا۔“

عشق و محبت کا نام

امام جعفر صادق نے ارشاد فرمایا جو شخص صبح و شام اس حالت میں
کرے کہ اس کا سب سے اہم مقصد دنیا۔ صوں ہو تو خدا اس کی دونوں آنکھوں کے

اور یہاں فقر و غنا کی گنجائش ہے۔ اس کے سارے کام بکا رہتا ہے اور اپنی قسمت میں سمجھے گئے حدود میں ودنیات چٹو جی نہیں ملتا۔
جو شخص صبح و شام اس حالت میں نہ رہے۔ اس کا سب سے بڑا مقصد آخرت کا حصول ہو تو خدا اس کے اس میں مال دینی اور بے یار و مددگار دیتا ہے اور اس کے تمام کاموں کو پورا کر دیتا ہے۔

ہجرت کے لیے دنیا کا نقصان کتنا ہے

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں دنیا کی طلب میں آخرت کا نقصان اور آخرت کی طلب میں دنیا کا نقصان ہے۔ پس آخرت کی طلب میں دنیا کا نقصان کرو کیونکہ دنیا قابل ہے کہ اس کا نقصان کیا جائے۔

کاش ہم دنیا کی جستجو نہ کرتے

مولائے کائنات حضرت علیؑ فرماتے ہیں "مراںساں بنی انھوں سے دیکھ لیتا کہ موت تجھ سے اس کی طرف بڑھ رہی ہے تو وہ ترروں اور طلب دنیا کو ترک کر دیتا۔"

دنیا کی مشابہت پریشانی کی ہے

سورہ صمد میں ارشاد رب العزت ہے۔
"گاہ ہو جاؤ کہ دنیا کی زندگی مشغولیت، دل بہلاؤ، حصولی تلاش اور مالا مال کی کثرت پر تمہارا آپس میں فخر کرنا اور جھگڑتے رہتا ہے۔ اس کی مشابہت جیسی ہے کہ اس سے نباتات کا اسی کا فروں کو عجیب سا لگا۔ پھر وہ بہانے

گنتی ہے اس کے بعد تم اس وار رو ہوتے دیکھتے ہو در پھر چر مر ہو کر رہ جاتی ہے۔
مگر مآثرات میں (نیاطھوں) سے بڑا ب ہے اور مومنوں کے لئے اللہ
کی رضا مندی و بخشش بھی ہے۔ جس جان کو کہ ایسا کی زندگی دھوکے اور
بھلاؤ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

(۱) آپ جس کا حصول کی آپ تحریر ہے

(۱) راہی نے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں عرض کی کہ مولا ہم
دنیا سے محبت کرتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: (مال و دوست کو) کس کام میں
اتے ہو۔ راہی نے کہا ہم اس سے شادی کرتے ہیں رنج بولتے ہیں محتاجوں
کو کھانا کھاتے ہیں، مومن بھی یوں کی مدد کرتے ہیں، راہداریں صدقہ دیتے
ہیں تو آپ نے فرمایا یہ حب دنیا نہیں حب آخرت ہے۔

(۲) امام موسیٰ کاظمؑ کا ارشاد راہی ہے جو شخص اپنے اور اپنے بچوں
کے لئے رزق حلال کمانے کی کوشش کرتا ہے، وہ اس مجاہد کی مانند ہے جو خدا کی
راہ میں جہاد میں مشغول ہوتا ہے۔

(۳) امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں جو شخص دنیا میں اپنی روزی حاصل
کرے تاکہ لوگوں سے بے پروا ہو جائے اور اپنے اہل و عیال کی روزی وسیع کرے
اور اپنے ہمسایوں کے ساتھ احسان کرے، وہ قیامت کے دن خدا سے اس حالت
میں ملاقات کرے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہوگا۔

(۴) ایک شخص جو مولے کائنات کے سامنے دنیا کی مذمت کر رہا
تھا تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا یہ دنیا سچائی اور صداقت کا گھر ہے اس

کے لئے جو اس کے قہر میں گرے۔ مہن دہاں اور مافیت کا مہربے جو اس کی حقیقت کو پہچان سکے۔ اس سے بے یار ہوئے کامکان سے جو اس سے راہ ہر حاصل کرے۔ صیحت سے نہ جگہ ہے جو اس سے صیحت حاصل کرے۔

یہ دنیا اللہ کے دوستوں کے سے جگہ سے کرنے کی جگہ سے اور اللہ کے فرشتوں کے لئے مہار کامکان ہے۔ دنیا اللہ کی حق کے نازل ہونے کی جگہ ہے اور اللہ کے پیار سے سے تجارت کی جگہ ہے۔ انھوں نے دنیا میں اللہ کے فضل اور رحمت کو حاصل کیا ہے اور جنت و مہار کے طور پر حاصل کیا ہے۔

درجہ دنیا کی حقیقت

مہار لکے جب دنیا کی خدمت میں رہتا دیتے ہیں پس پھر تو کسی بھی شے سے محبت نہیں ہوتی چاہئے۔ اس میں یہ نہیں کہتا ہے کہ کسی شے کی محبت نہیں ہوتی چاہئے بلکہ کہتا ہے کہ اللہ کی محبت سب چیزوں پر غالب رہی چاہئے اسی وجہ سے کہا کہ (احب الیہم من اللہ) یعنی اللہ کے ساتھ رہنا وہ محبت ہوتی چاہئے۔ یہ مطلب نہیں کہ کسی شے کی محبت نہ ہو۔ جس کے پیچھے کھوجا میں میں سورج ہوگا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اسے مال کی محبت تھی۔ لیکن وہ محبت اس سے وہ گئی کہ جس نے کھویا ہے وہ اس سے زیادہ محبوب ہے اس لئے پھر پراوا نہیں کی۔

اس کی مثال یہی ہے کہ جب سورج نکلتا ہے تو ستارے معدوم نہیں ہوتے بلکہ رہتے ہیں مگر قہر کا نور ایسا غالب ہوتا ہے کہ نظر نہیں آتے۔ اسی طرح جب قہر عشق الہی ظہور ہوتا ہے تو اس کے سامنے محبتیں مثل ستاروں کی طرح غالب ہو جاتی ہیں جبکہ وہ موجود ہوتی ہیں۔ جبکہ اللہ والوں کو ہم سے بھی

ریا دہانوں کی محبت ہوتی ہے مگر بات یہ ہے اندھنوں کے ساتھ اور زیادہ ہوتی ہے چن چکر کسی تکلیف ہوتی ہے توں کو ریا دوسب چھٹی ہوتی ہے۔ معیار فقط یہ ہے حدانِ حاکمیت میں کمی نہ ہو۔ اگر یہ معیار محفوظ ہے تو پھر طبعی محبت دنیا سے، بیوی سے، اولاد سے رہے تو کچھ ڈر نہیں۔

بہر حال خدا صمدیہ سے کہ سلام سب دیا سے منع نہیں کرتا بعد جب دنیا سے منع کرتا ہے۔ مطلق محبت دنیا سے بھی منع نہیں کرتا بعد، یا سے ریا دہ محبت سے منع کرتا ہے۔

۱۔ یہ سے ریا دہ محبت سے بھی مطلق منع نہیں کرتا بعد ریا دہ محبت عقیدہ سے منع کرتا ہے۔ اگرچہ طبعی طور پر کسی کو یا سے زیادہ محبت بھی ہو تو بھی زیادہ حرج نہیں مگر عقلاً یہ نہیں ہونا چاہئے۔ یعنی اصیت طبعی میں خرقہ میں اصیت عقیدہ سے منع کیا گیا ہے۔ یعنی حب دنیا و آخرت میں تکرار ہو تو اس وقت دنیا کو چھوڑ کر آخرت کو لیا جائے۔ انسان حد طریقت سے نکلے اور اسلام کی بنیادی ہونی جہنم پر نیک کاموں میں خرقہ کرے۔ اس کے بعد بھی اگر حب دنیا باقی رہتی ہے تو رما کرے۔ آپ کو نقصان نہیں پہنچتی۔

غرض دنیا سے مذموم و مذمت ہے جو آخرت کی مذمت کا ریبہ ہو۔ اگر دنیاوی لذتیں آخرت کی مذمت کا ریبہ ہی نہیں تو وہ دنیا ہی نہیں آخرت ہیں۔ کسی جہد سے جہنم آسلا م کے نمار کو بھی دنیا میں سے قرار پایا ہے ورنہ کیا تمہاری دنیا سے مجھے ممکن چیزیں محبوب ہیں

(۱) خوشبو (۲) عورتیں (۳) مہار جو پیر کی آنکھوں کی راش۔

بلکہ بظاہر نماز عذاب آخرت میں سے ہے لیکن حضور کے اس دوا یا شمار ہے۔

ایک منہ

آیت اللہ محمد آصف عثمینی اپنی کتاب "اسلامی اخلاق کا جدید اسلوب" میں فرماتے ہیں:

اگرچہ دنیا ایک ناپائیدار اور بے وقعت چیز ہے اور ضرورت سے زیادہ اس سے بگاڑ نہیں رکھنا چاہئے۔ انسان کی تمام تر توجہ و فکر معارفِ خدایت اور عبادی مراسم کی طرف ہونی چاہئے اور عالمِ تحریت کو یاد دہانے پر تمام قوتیں صرف ہونی چاہئیں۔

مگر یہ دینی بات ہے کہ اس طرح مسلمانوں کی دلچسپی و توجہ مادی علوم، میڈیکل سائنس اور ٹیکنالوجی وغیرہ سے کھل فترتہ سہی مکرّم تو ہو جائے گی جس سے نتیجے میں اسلامی ممالک کے بازار اور منڈیاں بھاری برادات سے بھر جائیں گی اور ہمارے نوجوان مادی علوم سائنس وغیرہ کے حصول کے لئے دشمن ممالک کا رخ کریں گے۔ جہاں جانے سے ایک عرصے کے بعد گروہ کافر نہ بھی ہوئے تو دل برداشتہ ضرور ہو جائیں گے بلکہ آہستہ آہستہ اسلام سے مقابلہ کرنا شروع کریں گے۔ (یہی وجہ ہے کہ اس ۲۰ ویں اور ۲۱ ویں صدی میں اکثر اسلامی ممالک کے متعدد اسلامی قوانین کو غیر قانونی قرار دیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ انہیں فحش اور بے ہودہ سمجھا جاتا ہے اور کفار کے خود ساختہ قوانین کو قانونی حیثیت دی ہے)۔

اور اگر کارمندانوں کی مادی کمزوری اس بات کا باعث بنے گی کہ یکے بعد دیگرے اسلامی ممالک کفار کے قبضے میں چلے جائیں بلکہ چلے جا رہے ہیں۔ اس طرح ہمارا دین بھی بچا ہوگا اور دنیا بھی۔ اور اس طرح کے اخلاقی ضابطے کی

پیرانی کا نتیجہ سافید مدد و رہنمائی ہو گا۔ یہ ایب باقی مل انکار حقیقت ہے کہ آن
وایا میں مران رہی میں جس میں غفلت و در حاکم سد م کا لہ و فوجی،
سیاسی، اقتصادی تجارتی و زرعی حالت پر موقوف و منحصر ہے اور قرآن بھی
اس سلسلے میں فرماتا ہے

واعد لهم ما استطعتم من قوة

جس قسم سے جوئے دار کے موٹے میں طاقتور ہو۔

بہر حال ایسا نہ ہو تو ایسا کرنا اور توجہ مانتی علوم مثلاً سائنس و ٹیکنالوجی یا
ادب یا و حاصل نامذات خود تو پسندیدہ ہے لیکن جب دین کی عظمت و
چیہ میں یہ متغیر ہو تو وہ مطلوب قرار پاتا ہے بلکہ روم اور جب ہو جاتا ہے۔
لہذا جب ایسا نہ ہوتا ہے تو یہ چیز ہے اور حتمی نہیں ہے بلکہ مستعمل ہے کہ
مستحبات اور واجبات میں کوئی تفرق نہیں مثلاً مارشب، مومن کو بھی ناگھارنا، مستحب
انکار اور تحصیل علم کی واجب کے ترک کا باعث نہیں تو ایسے مستحبات کو ترک کرنا
چاہئے حتیٰ کہ واجبات بھی ہر فکر و فی صورت میں ساقط ہو جاتے ہیں۔ نیز اہم
ممبر کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مثلاً اگر نماز یا روزہ کا جان بچا ہے سے کھرا ہو جائے تو
بقیہ جان بچاتا واجب ہوگا اور مار یا روزہ کا جس وقت واجب باقی نہ رہے گا۔

لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ نوجوان نسل کو دین و اخلاق کے ساتھ ساتھ سائنس و ٹیکنالوجی کے حصوں، پیداواری کارخانوں کی مائیکس، صنعت و زرعت میں توسیع کا شوق، بڑھائے جائے اس طرح بعض ٹوٹ خب ڈیا میں ترقی رہی کیوں نہ ہو جائے۔

عرض دنیا، آخرت اصطلاحی اعتبار سے ایک اضافی (Relative) اور

نسبتی چیزیں ہیں۔ بظاہر بہت سے کام جن کا تعلق آخرت سے نظر آتا ہے مثلاً تحصیل علم، درس و تدریس، وعظ و نصیحت، تصنیف و تالیف، اگر ان کا مقصد دنیاوی شہرت کا حصول ہو تو یہ کام دنیاوی شمار ہوں گے۔

دور بہت سے کام بظاہر دنیا کے نظر آتے ہیں مثلاً تجارت و طرہ امت، صنعت و حرفت وغیرہ، مگر ان کا مقصد آخرت کا حصول ہو تو یہ کام آخرت ہی میں شمار ہوں گے۔ معیار فقط آدمی کی نیت ہے۔

امام سجادؑ فرماتے ہیں کہ دنیا منہ پھیرے ہوئے جاری ہے۔ آخرت متوجہ ہو کر تری ہے۔ ہر شخص پر لازم ہے کہ صاحب آخرت ہونے کی کوشش کرے اور دنیا سے دل اٹھالے۔

دنیا سے گزرا ہوا دنیا دار نہیں ہوں

بازار سے گزرا ہوا خریدار نہیں ہوں

بہارِ نبویؐ میں چار سو حدیث کی وضاحت

حدیث رسول ﷺ ہے :

کن فی الدنیا کاسک عریب او عاہری سبیل

دنیا میں ایسے رہو جیسے پرانے ہو یا مسافر جو راستے میں گم رہا ہو

اور کہیں مقیم نہیں ہوا ہو۔

تفسیر (۱) کیونکہ مسافر کی دو قسمیں ہیں ایک جو سفر کر کے کہیں ٹھہر

گیا ہو، دوسرا وہ مسافر جو برابر چلتا رہا ہے۔ کہیں منٹ دو منٹ یا گھنٹہ دو گھنٹہ ٹھہر

گیا تو اس کو قیام نہیں کہتے۔ محاورے کے مطابق وقف نہیں گئے اور جو مسافر اس

پانچوں کی جگہ خبر جاے۔ س کو مقیم کہتے ہیں۔ محاورات میں بھی ان دو حالتوں میں فرق ہے تو ب اُنر کسی سے نہیں کہہ سکتے۔ یہ آپ دنیا میں ہمیشہ رہیں گے تو فوراً کہتا ہے کہ صاحب دنیا میں رہنا تھوڑی ہے۔ ایک دن ضرور مرنا ہے۔ مگر اصلاً تقاضات ایسے ہیں کہ گویا ہمیشہ یہیں رہیں گے۔

گلوکہ (۲) رسولؐ سلام فرماتے ہیں کہ دنیا سے ایسا ہرناؤ اختیار کرو جیسے مسافر کرتا ہے جیسے مسافر سفر میں محض ضروریات پر اکتفا کرتا ہے۔ فضول سباب ساتھ نہیں لیا کرتا یہ تم بھی دنیا سے ساتھ نکل کر دو کہ ضرورت پر اکتفا کرو۔ luxuries اور غیر ضروری آسائشوں کی فکر میں نہ پڑو جس نہ تو ترک دنیا کی تعلیم دینی ہے اور نہ انہماک فی لدنیٰ اجازت ہے۔ پس اختصار کی تعلیم ہے۔

گلوکہ (۳) رسولؐ نے یہ بھی نہیں فرمایا کہ کس فی الدنیا عربیاً (بالکل ہی مسافر بن کر رہو) کیونکہ اگر بالکل ہی مسافر بن جاتے تو بعض دفعہ وقت پیش آتی۔ مثلاً سارا سامان بیچ ڈالو اور مسافر کی طرح دو وقت کا کھانا کھالیا کیونکہ مسافر عموماً اس سے زیادہ کھانا ساتھ نہیں رکھتا۔ رسولؐ نے ہرگز یہ نہیں فرمایا کہ کس فی الدنیا عربیاً (مسافر بن کر رہو)

بلکہ کہا کہ کاسک عربیاً (مثل مسافر کے رہو) اور نہ ہی ترک اسباب کا حکم دیا۔ بلکہ فقط اختصار کی تعلیم دی ہے۔ کیونکہ کثرت بے ضرورت ہی سامان جمع کرتے ہیں۔ گھروں میں بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جس سے کبھی بھی کام نہیں پڑتا اور یہ غیر ضروری چیزیں دل کو پریشان کرتی ہیں خصوصاً عورتوں کو اس

میں صیاد کی رہا، ضرورت ہے۔ ہاں میں ہمیں سے بڑھتی ہیں آخر چیزوں
کی طرف دیکھ کر اس کی رائے ٹھیکہ تھی ہے چاہے اپنے پاس کتنا ہی زیادہ ہو اور تھے
ہی پہلے ہوں مگر فی وضع اور یہ طریقہ دیکھیں۔ اس چیزوں سے فائدہ دل اتر جاتا ہے
اور دوسری بخوانے کی فکر ہو جاتی ہے۔

گفتہ (۴) اس حدیث پر جو حامل ہو گا پھر وہ اس دنیا سے کسی
سے بڑی منزلے کی فکر ہی نہ کرے گا۔ درگزر سے حامل نہ کرے گا یہ مسافر کو
کوئی برآمد نہ دے تو وہ اس کی وجہ سے اپنی منزل کھائی نہیں کرتا۔ اگر سے
دوسرا کوئی مسافر تکلیف پہنچا دے تو تھانے جا کر رپورٹ میں نکھواتا ہو کہ جاتا
ہے۔ اس کے لئے مجھے قیام کی ضرورت ہے اور مجھے اس کی فرصت نہیں۔

گفتہ (۵) رسول اللہ کی بدعت دیکھئے۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا
کہ (کاتب مسافر) بد فرمایا (کاتب غریب) غریب سے اصل معنی وطن سے
دور پر وہیں میں بیاوردہ دیکار کے ہیں۔ اس غریب مقام مسافر کو کہتے ہیں بلکہ
غریب مسافر وہ ہے جو سفر میں بیاوردہ دیکار ہو۔

تو حدیث یہ نہیں ہے کہ وہاں میں محض مسافر کی طرف رہو۔ بہت سے مسافر
بیاوردہ دیکار نہیں ہوتے اب یہی ہے کہ سفر میں وہ مسافر کسی سے نہیں بڑے گا
جو بیاوردہ دیکار ہو اور وہی لڑے گا جو کسی کو پناہ دیتا سمجھتا ہو۔

گفتہ (۶) اگر کوئی مسافر سفر میں سرے یا ہوٹل میں قیام کرے اور
اپنا سامرا سرمایہ اس کی زمین و آرائش میں لگا دے تو یہ کتنی بڑی حماقت ہوگی یعنی

اپنے دوسرا فریجنے والا اس راستے یا ہوٹل کے ساتھ گھومنا معاہدہ نہیں کرے گا۔

گفتہ (۷) مسافر کو راستے یا ہوٹل میں خود وقتی سیاحتیں نہیں

نہانی جائیں اس کا اس مستقل طور پر وہاں نہیں ٹہرنا۔ مومن کی شان بھی یہی ہے کہ دنیا میں اس کا جتنی نہ ملے کرچہ بھلا اس میں ایسا ہی پیش و آراء میں نہ ہو کیونکہ اس شخص کی جگہ ہے اور اس راستے سے۔ مگر نہیں ہے اسی وجہ سے ہا گیا ہے کہ (الدنيا بمن المومن) کہ دنیا مومن کے لئے جیل خانہ ہے۔ دنیا کو جیل خانہ تکلیف کی وجہ سے نہیں فرمایا کیونکہ بعض مومنین کو اس میں ذرا تکلیف نہیں ہوتی بلکہ اس سے فرمایا ہے کہ جیل خانے میں بھی جی نہیں لگا کرتا کرچہ کیسا ہی پیش کیوں نہ ہو۔

گفتہ (۸) دنیا میں مسافروں میں رہنے والے دنیا کے سارے سامان

پر تریا نہیں کرتے چنانچہ ہم میں نہیں رہنے والے بہترین بستر طے تو آتی مسافر اس پر نہیں اترتا کیونکہ چاہے کہ مال کی چیز ہے اور مجھ سے وہیں لے لی جائے تو ایک ہماری حالت ہے۔ چار پیسے جائیں تو اتنے لگتے ہیں۔

گفتہ (۹) مسافر سفر میں میٹ میں مقصود کو مد نظر رکھتا ہے اور ان

تمام موارد اختیار کرتا ہے جو جہد میں و سفر میں مقصود تک پہنچائیں۔ چنانچہ ابھی ایسا نہیں ہوتا کہ وہ دوروں میں نہیں رہتا ہے یا وہ بھلانے کی چیزوں میں مٹا ہو جائے چنانچہ جو باتیں اس کے سر کو طے ہیں اس کو ناگوار گذرتی ہیں کبھی گاڑی حراب ہو جائے تو دوسری گاڑی کی کوشش کرتا ہے۔ ٹرین اگر میٹ

ہو جائے تو اس کو سخت کوفت ہوتی ہے۔

گفتہ (۱۵) "نروئی مسافر جس کا سفر طویل ہو ورنہ اس دشوار ہو وہ اگر اپنی گاڑی خراب کرے اس میدان میں نہ وہ سری عمدہ گاڑی سے اس کا اور چھ اس کا حسہ کرے تو بتائیں کیا وہ مناسبتی طرف اپنے قدم بڑھا سکتا ہے؟"

یہی کیفیت ہماری ہے کہ ان رات گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں وراپی عمر کی سواری کے ہر قدم کو توڑ کر دوسری سواری کی سوس میں جٹا میں تو بہارت میں رواں نہ توڑا دیتے ہیں اور پھر کسی وقت جو کوئی چوٹی عبادت کی توفیق ہو جائے اور کچھ مار روزہ د کرتے ہیں تو اس پر چند گناہوں کو بوجھ دے دیتے ہیں تو اس مسافر کی طرح کوئی قدم بھی سفر آخرت کی طرف سے بڑھا سکتے ہیں؟

کیا اس طرح وہ شاہد آخرت پر کوئی قدم بڑھا سکتا ہے؟ اگر وہ چھتا ہے تو بھی کولہو کے تیل کی طرح جو اپنے ایک ہی مرکز یعنی اپنا پران ہر چل رہا ہے اور اپنے اس میں یہ سمجھتا ہے کہ میں سے ایک طویل مسافت طے رہی ہے مگر درحقیقت وہ جس جگہ سے چلا تھا وہیں موجود ہے بلکہ گناہوں کے سبب شاید اور پیچھے چلا گیا۔

صدقہ رسول ﷺ ہے

الدنيا دار من لا دار له ولها يجمع من لا عقل له
دنیا اس شخص کی ہے جس کا کون گھرنہ ہو اور
اس کو دسی جمع کرے گا جس کے پاس عقل نہ ہو۔

گفتہ (۱۶) "اگر مان بھی کیا جائے کہ دنیا گھر ہے لیکن یہ بھی بتائیے کہ گھر کس کو کہتے ہیں؟ گھر عرفا اسی کو کہتے ہیں جس میں سے کوئی آپ کو نکال نہ

سکے۔ اپنا مال ہی کو کہا جاتا ہے جو دوسرا آپ سے لے نہ سکے۔ گردائق یہ چیزیں
پنی ہیں یعنی مال، دولت، گھر، اولاد، یہ مملوک ہیں اور آپ مالک ہیں تو مملوک
ہونے کی علامتیں ان میں پائی جانی چاہئیں۔ اگر دنیا آپ کا گھر نہیں تھا تو جب
سرکاری حکم آتا ہے تو کیوں آپ کو قبر میں پھینک دیا جاتا ہے؟

ایک حدیث میں پیغمبر اسلام فرماتے ہیں آدمی کہتا ہے کہ میرا مال ہے،
میرا مال ہے۔ حیرا کیا ہے؟ مگر وہ جو تو نے کھالیا وہ فنا کر دیا، جو پہنا وہ پرانا کر دیا
اور جو صدقہ دیا وہ آگے بھیج دیا۔ وہ بے شک حیرا ہے۔

جب نہ پنا مال ہے، نہ اپنے بچے ہیں، نہ اپنا گھر ہے۔ ہم سب لوگ
دیکھا جائے تو مزدور ہیں۔ گاڑی کھینچ رہے ہیں جس میں بیوی بچے، مال و متاع
لدا ہوا ہے۔ جب منزل پر پہنچ جائے گا تو مالک کر دیئے جائیں گے۔ لہذا مزدور
خادم اور بوجھ ٹھانے والے (حمال) مالک نہیں ہوا کرتا۔ پس جب ہم خادم ہیں تو
مخدوم کیسے بن جائیں گے؟ جب رعایا ہیں تو حاکم کیسے ہو جائیں گے؟ مزدور ہیں
تو مالک کیسے ہو جائیں گے؟ پالنے والا فقط پروردگار عالم ہے۔

گنگہ (۱۰۳) حدیث کا تخریج کرا ہے ولہذا یجمع من لا عقل لہ
(کہ دنیا کو وہی جمع کرے گا جس کے پاس عقل نہ ہو)
اس لئے پرانی چیزوں کو کوئی عاقل جمع نہیں کرتا اگر کوئی جمع کرے تو سب
بے عقل کہیں گے۔

اصل میں دنیا نام تغیر اللہ کا ہے
یعنی خدا کے سوا کسی سے تحقق بڑھا کر، بکھیروں میں پڑ کر، معاملات غیر

ضروری میں گھس کر اللہ سے مائل ہو جاتا ہے۔ پس ماں، اوراد وغیرہ کے ساتھ ساتھ تعلق جو خدا سے مائل کر دے یہ وہ دنیا ہے جس کی خدمت آتی ہے۔

من كان يريد العاجلة عجلنا له فيها ما نشاء لمن يريد ثم جعل له جهنم يصليها مذموماً مدحوراً ومن اراد الآخرة وسعى لها سعيها وهو مؤمن فأولئك كان سعيهم مشكوراً

ترجمہ جو کوئی عاجلہ (دنیا) کا راہ اور طلب کرے ہم اس کو دنیا ہی میں لی الحال جس قدر چاہتے ہیں دے دیتے ہیں اور پھر اس کے لئے جہنم مقرر کرتے ہیں جس میں وہ برائی اور ذلت کے ساتھ داخل ہوگا اور جو لوگ آخرت کا ارادہ کریں اور اس کے لئے ایسی کوشش کریں جیسی اس کے لئے ہو سکتی ہے جہد و موکل بھی ہوں تو ان لوگوں کی کوششوں کی قدر کی جائے گی۔

گفتار (۳۳) آیت میں ہے کہ جو دنیا کا ارادہ کرے اس کو ہم جلدی اس جلد جو چاہیں اور جس کیسے چاہیں دے دیتے ہیں۔ اس میں قید پر غور کیجئے کہ طالب دنیا کو دنیا دینے کا پختہ وعدہ بھی نہیں فرمایا بلکہ قید لگائی کہ (ایسا بن زیاد) کہ جتنی چاہیں گے اور جس کے لئے چاہیں حطا کریں گے تو اس سے معلوم ہوا کہ ہر طالب دنیا کا اپنی مراد کو پہنچانا لازم اور ضروری نہیں۔

گفتار (۳۴) اور دنیا کے متعلق فرمایا ہے کہ من کان مرید العاجلہ۔ جو کوئی دنیا طلب کرتا ہے اور ہمیشہ طلب میں منہمک رہتا ہے تب کچھ ملتا ہے اور آخرت کے بارے میں فرمایا (من اراد الآخرة) اس میں لفظ کان کے بغیر ارشاد فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اخروی فائدے حاصل کرنے کے لئے طلب میں مرنا کھپنا

نہیں پڑتا بلکہ ہاتھ دے کر لے ہی سے دو ہاتھ حاصل ہوتا ہے۔ اور دوا اگرچہ خود کرنا ہوتا ہے نہیں اس میں نقد کی طرف سے امداد ہوتی ہے۔

گفتہ (۱۵) طین انیا کے متعلق فرمایا ”ہم جس کو چاہیں اور جس قدر چاہیں عطا کر دیتے ہیں تو اب طین خیرت کے لئے بھی فرمایا جائے کہ (اعطیہ مایا) کہ جو کچھ دو چاہیں گے وہی عطا کیا جائے گا۔ لیکن اگر یہ حمد ”جائے (مایا) کہ جو کچھ دو چاہیں گے وہی دیا جائے گا تو اس میں درحقیقت ہاتھ ریا دہی نہ ہوتی بلکہ وہ گھٹ جاتا کیونکہ وہاں کی فستوں کا ہمیں گمان بھی نہیں ہو سکتا تو وہاں کا ثواب ہماری خوشی پر موقوف نہیں رکھا گیا بلکہ خدا اپنی رحمت اور اپنی خوشی سے زیادہ سے زیادہ عطا فرمائیں گے لہذا (مایا) نہ فرمانا ہی ہمارے لئے رحمت ہے۔

گفتہ (۱۶) ”کے آیت میں فرمایا (الالبک کان معہم مشکورا) ان لوگوں کی کوششوں کی اللہ کے دربار میں قدر ہوگی۔ لہذا سوچئے جن کی کوششوں کی قدر دانی ایسے عظیم الشان قدریں بادشاہ کے دربار میں ہوں کو لیا کچھ نہ ملے گا کہ قدر دانی بادشاہ اپنی حیثیت کے مطابق یا کرتے ہیں۔

گفتہ (۱۷) (مشکورا) میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو خیرت میں ملے گا وہ محض قدر دانی ہے۔ عمل کو اس میں دخل نہیں۔ اس سے اپنے عمل پر ناز کرنے والوں کو تنبیہ ہے کہ اپنے عمل پر نازاں نہ ہو کہ جو کچھ وہاں ملے گا محض انعام ہوگا اور نہ صرف عمل سے تم اس کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ پس مشکورا کہنے سے بتا دیا کہ عقل تو چاہتی ہے کہ تمہارا حکم ہو تا مگر یہ

سہارنی قدر دانی ہے۔ ایک اور حدیث میں بھی یہ مضمون آیا ہے کہ تصور کرنے والا
 کہ جنت میں کوئی اپنے عمل سے نہ جائے گا یا رخت ایسی ہو جائے تو اور بات
 ہے۔

تبت وما هذه الحیوة الدنیا الا لہو ولعب وان دار

الاحیوة لہی الحیوان لو کان یعلمون

دنیا کی زندگی نہیں وہ اور غفلت میں اسے ان سے دار تحریر

زندگی اصل میں زندہ ہے۔ فاش قہر مانتے۔

گفتار (۱۸) فرمایا کہ دنیا ہو و حب کے ساتھ نہیں۔ ہو کہتے ہیں

غفلت میں اسے وہی چیز و حب کہتے ہیں ہو و حب چیز و کھیل و ہو تو معلوم
 یہ ہو کہ دنیا میں دو صفتیں ہیں ایک صفت ہے بے ہوش ہونے کی، دوسری صفت ہے
 غافل کر دینے والی۔

اس میں ایک مثال کی طرف بھی اشارہ دے کہ کیا قاتل اس طرح ہے حبیب
 بچہ نہیں میں بنایا کرتے ہیں و اپنی بے وقوفی سے کسی کو مگر سمجھتے ہیں چنانچہ
 کرونی اس کو دے تو رو دتے چلتے ہیں کہ ہمارے گھر آج آج۔ لوگ ان بچوں پر
 ہتے ہیں کہ اس کو مگر سمجھتے ہیں؟ یہی اہل اللہ ہم پر ہتے ہیں کہ یہ دنیا کے ساتھ
 نہیں اس لگاتے ہیں اور جیسے بچے اپنے باپ کو یہ قوف سمجھتے ہیں کہ اس نے ہمارے
 گھر گرا دیا ہے ہی ہم لوگ آخرت اور عہد کو بے وقوف سمجھتے ہیں کہ ہم سے دنیا
 چھڑنا چاہتے ہیں۔ ان ضروریات زمانہ کی کوئی خبر نہیں، جبکہ اس کو سب خبر ہے
 جس ضروریات زمانہ وہ ہم جانتے ہیں اس سے وہ بے خبر ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ان

کو حروئی ضروریات کی بھی خبر ہے جس کی آپ کو خبر نہیں، اس لئے وہ آپ پر ہنستے ہیں۔ اسی کے لئے مولانا روم فرماتے ہیں "ساری مخلوق تاباں بچے ہیں جو نفسانی خواہشات سے بچ گیا البتہ وہ بالغ ہے۔"

گفتہ (۱۹) "مگے فرماتے ہیں کہ ان دارالاحرار لہی

الحيون زندہ رہنے والی چیز تو دارالآخرت ہے۔

کیونکہ ہر عیب اپنے نتیجہ کے متدار سے مراد میں اور آخرت زندہ ہوس ہے کہ اس ثمرات ہائی اور زندہ رہنے والے ہیں۔ تو پھر آخر زندہ فوائد کو چھوڑ کر مراد کو کیا کریں؟ کارآمد چیز کو چھوڑ کر بے کار کے پیچھے پڑنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟

گفتہ (۲۰) (لو کاں بعلوم) رکاش یہ لوگ اپنے دینی فوائد

کا احساس کرتے اور دنیا کے نقصانات کو جان پیتے۔ یہاں حرف (لو) استعمال کیا گیا ہے جو تمنا کے واسطے بھی آتا ہے تو اس سے انتہائی درجے کی شفقت و رحمت پتا چلتی ہے کہ امر قابل تمنا ہے جیسا کہ ایک شفیق باپ یہ بتاتا ہے رکاش میرا بیٹا پڑھ لکھ جاتا حالانکہ اس کے پڑھنے سے باپ کو کچھ نفع نہیں مگر مقصود اس کا یہ ہے کہ میرے بیٹے کو یہ احساس ہو کہ پڑھنا بھی کوئی قابل تمنا چیز ہے۔

گفتہ (۲۱) بعلوم لفظ آیت کے تخریم میں آیا ہے۔ اس میں بھی

ایک دقیق و رطیف اشارہ ہے کہ باوجود اس کے تم اس دنیا میں اتنے مہلک ہو تب بھی دنیا کی حقیقت سے بالکل بے بہرہ اور ناواقف ہو۔ یعنی دین سے تو کورے تھے ہی دنیا سے بھی جاہل ہو اسی لئے دیگر آیات میں آخرت کے ساتھ

ساتھ دنیا کی بھی حقیقت سمجھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

لَعَنَکُمْ تَعْمُرُونَ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ

تم دنیا و آخرت دونوں کے متعلق تشریا کرنا

یعنی دیکھو کہ تم جیسی مفید اور نفع والی شے سے نال ہو کر ایک عبث شے کے

پیچھے سرگرداں ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم ترجیح دیا جی آخرت کے مرض میں مبتلا ہو۔

آیت ہل تولوون الحیوة الدنیا والآخرۃ خیر و ابھی

بلکہ تم دنیا کی زندگی و ترجیح دیتے ہو جبکہ آخرت

اس سے بہترین ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔

لکھ (۶۲) اس آیت میں دو اسم تفصیل superlative

degree استعمال کی گئی ہے۔ پہلا لفظ خیر ہے جو اس تفصیل آخرت دنیا سے

بدرجہ بہتر سے اور بہت بہتر ہے دوسرا لفظ ابھی یہ بھی اسم تفصیل ہے کہ آخرت دنیا

کی بہت پائیدار بھی ہے مگر تم بھی دنیا کو اس پر ترجیح دیتے ہو۔

لکھ (۶۳) آیت میں لفظ (ہل تولوون) آیا ہے جو ایثار سے

مشق ہے جس کے معنی ایک چیز کو دوسرے پر ترجیح دینے کے لئے آتا ہے۔ یہ نہیں

کہ ہل تلوون یا ہل تمعون بلکہ فرمایا (ہل تولوون) اس سے معلوم ہوا کہ مطلق

طلب دنیا پر شکایت نہیں بلکہ شکایت اس پر ہے کہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دی جائے۔

یعنی اگر کوئی شخص دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دے بلکہ دونوں کے ٹکرانے کے

موقع پر آخرت ہی کو ترجیح دے لیکن اس کے ساتھ دنیا کمانے میں بھی مشغول

رہے تو اس کی مذمت نہیں ہے اس میں ان زائد ان خشک کی بھی اصلاح ہے

جو منطق طلب دنیا کو مذموم سمجھتے ہیں۔

گلہ (۱۲۴) والا حیرۃ حیر و ابھی میں اس طرف بھی اشارہ

ہے کہ تم دنیاؤں سے مقدم کرتے ہو کہ اس کے فائدے قریب اور جلد ملنے والے اور آخرت کے فائدے اوجھار ہیں۔ حالانکہ کسی نفع کا جلدی ملنا اس کو ترجیح کے لئے کافی نہیں ہے۔ اگرچہ دنیا میں یہ صفت ہے کہ وہ عاجل (جلدی ملنے والی) ہے مگر آخرت میں اس کے مقابلے میں دو صفتیں ہیں۔ ایک حیرت دہری صفت یعنی آخرت دنیا سے عمدہ بھی ہے، کثیر و پائدار رہنے والا بھی ہے۔ اور ان دونوں صفتوں میں سے ہر صفت کسی ہے کہ اس کے مقابل جلدی ملنے والا ناپائدار و غیر عمدہ چیز کو دنیا کی ترجیح نہیں دے گا۔

کیونکہ اگر (عاجل) جلد ملنے والا قابل ترجیح ہو تو پھر تجارت کبھی نہیں ہو سکے کیونکہ اس میں سرمایہ عاجل کو لگانا پڑتا ہے اور زمانہ ملنے والے نفع بہت بعد میں ملتا ہے کیونکہ تمام عقار و املاک سے تجارت و موقوف نہیں کرتے ہیں کہ اس کا نفع جلد میں حاصل ہوتا ہے ورنہ سرمایہ تو اس وقت موجود ہے بلکہ خوشی خوشی سرمایہ کو تجارت میں لگا دیتے ہیں۔ محض اس امید پر کہ کندہ نفع زائد ملے گا تو معلوم ہو کہ ریاضی و کثرت کے مقابلے میں جلد ملنے والے نفع کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ دوسری صفت آخریہ ہے کہ وہ بھی یعنی پائدار ہے۔ اور پائدار بھی کسی صفت ہے جس کے مقابلے میں جلدی ملنے والا ناپائدار کو دنیا کی ترجیح نہیں ہے۔

علامتِ حُب دُنیا

علامت (۱)۔

حُب کبھی تک گم نہ کرتے ہیں صرف دُنیا کا

حتیٰ کہ اگر سفر میں بھی ہوں کہ جو بے فکری اور فرست کا موقع ہے تو بھی
صرف دُنیا ہی کے متعلق گفتگو ہوتی ہے۔ مرد ہوں تو دُنیا ہی سیاست کے متعلق گفتگو،
عورتیں ہیں تو دُنیا ہی کپڑے، زیورات اور اس طرح کی چیزوں کے متعلق بات چیت۔
ایک قاعدہ بھی ہے کہ

من احب شیا اکثر من ذکرہ

(جو شخص جس شے سے زیادہ محبت کرتا ہے اس کا تذکرہ زیادہ کرتا ہے)

اور جس چیز سے کوئی دلچسپی نہ ہو اس کا تذکرہ کرنا پسند نہیں کرتا آخرت
کے متعلق گفتگو کتنی محضوں میں ہوتے آپ نے دیکھی ہے؟

علامت (۲)۔

وقت کا فضول ضائع کرنا بھی حُب دُنیا کی علامت ہے ہر وقت ہواؤں
اور دنگلی میں وقت گزار جاتا ہے۔ اؤں تو دُنیا کے دھندوں سے ہی فرست نہیں
مٹی اور اگر مل بھی جائے تو آخرت کے متعلق سوچنے کے بجائے دوست کے پاس
جا کر باتیں کریں گے وقت کئے کا، طبیعت بیہوش کی۔ پس وہاں جا کر خرافات میں
وقت عزیز کو گزار دیتے ہیں۔ اس طرح کے دوست حقیقت میں دشمن ہوتے
ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ اگر کوئی آپ کا روپیہ بخرالے تو اس حرکت پر آپ کو
کتنا افسوس ہوگا۔ اس طرح یہ دوست ہیں کہ جو آپ کے بیش قیمت وقت کو جو
لاکھوں روپے سے زیادہ قیمتی ہے، لوٹ رہے ہیں جبکہ یہ وقت اتنا قیمتی ہے کہ

جس وقت حضرت عزرائیلؑ آجائیں گے، روح قبض کرے گے لے تو ایک منٹ کی بھی مہلت نہ ملے گی۔

اداء، احوال، لا یستأخرون ساعة ولا یستعملون
جب اس کا وقت آ پہنچا ہے تو یک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں
اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں

علامت (۳)۔

گہ کوئی مل نختہ ملے پھر فصاحت اور فصاحت گرتی

اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیاوی خوشیوں کی حق کثرت انسان کے اس میں ہوگی تو
اس کا دل نخت ہوگا شہوات و خواہشات نفس جس قدر زیادہ ہوں گی اتنا ہی اس
نخت سے نخت ہوتا چلا جائے گا۔

کلا ان الالسان لبطعی ان راه المستعی

(بر زمینیں یقیناً انسان سرکشی کرتا ہے جب وہ اپنے کوئی دیکھتا ہے)

اُردو میں حق آجائے تو پیٹنڈوں نصیحتیں بھی اس کو اپنی جگہ سے نہیں ہٹا سکتیں

علامت (۴)۔

ہر وقت دنیاوی کاموں کی فکر میں رہتا ہے

اکثر طالب دنیا رات رات بھر جاگتا ہے۔ اس کے لئے کام کرتا ہے اور
نہر کے وقت سو جاتا ہے۔ دنیاوی کاموں کے لئے دل حوال سرسرایکاری کرتا ہے۔
آخرت کے لئے خرچ کرنا نہیں چاہتا۔ دنیاوی معاملات میں انتہائی جستی کا مظاہرہ
کرتا ہے لیکن عبادات و حکام الہی کے معاملات میں سست اور کامل ہو جاتا ہے۔

علامت (۵)۔۔۔

گنہگاروں کا علاج

سورہ توبہ آیت ۳۵ میں ارشاد ہے: "وَلَوْ كُنْتُمْ أَحْسَنُ لَوْمَةٍ لَّذِي نَجَّيْتُمْ مِنْكُمْ فِي الْغَمِّ"۔
 میں اگر اے اللہ کی رو میں خیر فرمائی نہیں کرتے نہیں اور ان کی عیب نہ دے۔
 جس دن میں میں کو جہنم میں پہنچا جائے گا پھر میں سے ان کی پیشانیوں پر کئے
 پسو درہشتیں لگی جائیں گی۔ (اے اللہ) یہ اسی ماں ہے جو تمہارے
 جمع کرتے تھے۔ پس اس کا مزہ چکھو۔

یہ امونین فرماتے ہیں: "اب اس آیت جو چوتھے اپنی ضرورت
 سے زیادہ حاصل کیا ہے (دو تہ نہیں)۔ اس کا تو کسی اور کے لئے لائق نہ رہے۔"

علامت (۶)۔۔۔

دعایا کا غفلت پر نکتہ

ارشاد پروردگار ہے: (اے رسول!) "تَبَارَكَ الَّذِي مَخْلَقَ الْمَاءَ ثُمَّ مَدَّ فِيهِ رِجْلَهُ فَمِنْ ذَلِكَ الْبَرِّ"۔
 تمہارے بیٹے (پوتے) تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارے رشتہ دار، تمہارے
 جمع کئے ہوئے۔ مومن تمہاری تجارت جس میں کھائے سے قمار لگاتے ہو اور تمہارے
 مکانات جنہیں تم پسند کرتے ہو (یہ سب چیزیں) تمہیں اللہ اور اس کے رسول نے
 اور خدا کی رو میں جہاں سے زیادہ عزیز ہیں۔ تو تمہارے نزدیک یہاں تک کہ عذاب خدا
 تم تک پہنچے اور اللہ فاسق کو مدد دیتا نہیں کرتا۔

(سورہ توبہ آیت ۲۳)

علامت (۷)۔

آخرت کے لئے ملک و دولت کا فخر نہیں ماننا

فخر کرنا۔ ایک آدمی باغ خریدنا چاہتا ہے اس کے لئے کس قدر دوز
دھوپ کرتا ہے۔ ادھر دھوپ ہاتھ پیچ دیتا ہے۔ ہزاروں زحمتیں برداشت کرتا
ہے۔ دنیا کے کس فانی باغ کے لئے جبکہ جنت کے لئے ایک فیصد بھی جدوجہد
نہیں کرتا جبکہ مرنے کا وقت ہے۔ خدائی راہ میں خرچ کرنے کا موقع ہے تو مگر
نصف پیسے سونے تو دے گا اور نہ عاقبت سے پرہیز کرے گا۔

اگر دنیا ہی ایسا ہو تو پوری فائنات نامعقول قرار پائے گی۔ آدمی کس لئے
پیٹ مرے۔ کہ خالی کرتا ہے اور اس لئے خالی کرے کہ دوبارہ بھرتا ہے تو یہ
نامعقولیت نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ اس تحقیق کا مقصد کچھ اور ہے اگر یہی دنیا مقصود
ہو تو انسان کی شان کے خلاف ہے۔

علامت (۸)۔

اگر اسلام پر عمل کرنا بھی ہے تو دنیا کی ضرورتوں کے لئے

یقیناً سمجھنا یہ سوال کا تو نسل و نیاوی ضرورتوں میں بھی شریکت ہے لیکن ہم
نے کب اخروی حاجات کے لئے انہیں پکارا ہے مگر ہوں سے بچنے کے لئے کب
ان کا تو نسل اختیار کیا ہے۔ زیارت کا شورہ پڑھتے بھی ہیں تو اپنے دنیاوی مقصد
کے لئے۔ حدیث کساء کی تلاوت ہے تو نظر روٹی کپڑے کی حاجت کے لئے۔
اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام میں کیم یا عبد اللہ کہا جاتا ہے زبان سے اور دل سے
ماں و دولت اور خواہشات دنیا کو سلام کیا جاتا ہے۔

علامت (۹)۔

ہر وقت دریاۓ حیات کی خواہش (لاچ) میں چلا رہا ہے

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں ' جو چچہ سوکن کے دل سے ایران کو نکال دیتی ہے وہ (لاچ) ہے۔'

اسی کے سنے شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں دنیا درجہ میں کی ' نکو کو با تو قناعت بھر سکتی ہے یا قبر کی مٹی۔'

علامت (۱۰)۔

امور دنیا میں فضول خرچی سے کام لیتا ہے

جبکہ سورہ انفہام میں پروردگار عالم کا ارشاد ہے کہ "فضول خرچی نہ روا کہ خدا فضول خرچی کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔"

سراف (فضول خرچی) کی ضرورت موقع پر عتداں سے زائد خرچ کرنے کو کہتے ہیں جبکہ بلا ضرورت نامستحق اخراجات میں خرچ کرنا تہذیر کا پہلا تا ہے۔ اس کی مثالیں ہمارے یہاں شادی بیاہ اور دیگر خوشی کی تقریبات میں دیکھنے میں آتی ہیں۔

علامت (۱۱)۔

دنیوی زندگی پر راضی ہو کر مطمئن ہو جاتا ہے

سورہ یونس میں ارشاد ہے کہ "یقیناً وہ لوگ جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے وہ دنیا کی زندگی پر راضی ہو کر ہی مطمئن ہو گئے۔ وہ لوگ ہماری نشانوں سے غافل ہیں

یہ وہی ہیں جو اپنے اعمال کی بناء پر جو دوزخ میں رہے جہنم میں آجائیں گے۔

علامت (۱۲)۔

فرائض و عبادت کے ترک پر محنت دینا اگلائی ہے

فرائض کو انسان اپنی خواہشات کی راہ میں رکاوٹ سمجھتا ہے اور جس طرح بھی ہوا ان کو کچل کر آگے بڑھنا چاہتا ہے۔ حالانکہ شرعی عبادت و اجابت کا سب سے اہم راز ہی یہی ہے کہ بدن اور اس کی طبعی قوتوں کو روح کا تابع کرایا جائے۔ جس طرح کہ روح جس طرح کا کام بدن سے لینا چاہے، جس چیز سے روکنا چاہے روک دے اور یہ طاقتیں جس حد تک مستخرج ہو جائیں کہ بغیر کسی تکلیف و مشقت کے جس کام کو کرنا چاہیں کریں۔ اور یہ جسمانی قوتیں مثلاً ملائکہ ہوتی ہیں۔ یعنی جس طرح ملائکہ یا فرمائی نہیں کرتے اور خدا جو حکم دے اطاعت کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں ان کو کوئی رحمت یا تکلیف نہیں ہوتی۔ پس اسی طرح روح ان جسمانی قوتوں کو تسخیر کر رہتی ہے کہ وہ خوشی خوشی اطاعت خدا اختیار کریں اور جب خب دنیا دل میں جاگزیں ہو جاتی ہے تو وہ انسان کو اپنے وجہات کی انجام دہی سے روک دیتی ہے۔

علامت (۱۳)۔

ڈرنا ہے اس کی ملامت اس کے لئے فتنہ و غم و غم

پس ہر وقت ان کی زندگی سنوارنے کے لئے اپنی آخرت کو دھڑکاتا رہتا ہے اور اپنی عمر کو دوسروں کے مصلحت کے لئے خرچ کر دیتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ تو والد کے لئے ایثار سے کام لیتا ہے تو حقیقت یہ ہے کہ ایثار کی اجازت

دنیا کی مسالحت میں ہے یعنی کسمپاشی کوئی دنیاوی منسلکت قوت سوچا اور اسے کا
 قاعدہ ہوا ہے تو اس کو بٹا رہیں گے اور کسمپاشی کو دنیاوی قوتوں سے روکیا جائے گی
 نفع پہنچنے والے بنائے نہیں گئے۔ اسی وجہ سے حکایت میں یہاں آئے۔
 مصری رراعت کا درود دریا ہے۔ تیل کی رائی پر تھیک ساس اس میں روئی
 نہیں آتی تو ڈب فوٹوں کے پاس آئے کہ آپ ہمارے حدایتیں آخر تپ کی یہ خدا کی
 سب کا مائے کی؟ تو اس نے کہا ٹھیک ہے۔ حاکم دریا تیل میں جوش
 روانی آجائے رت و فرعون پر اردگار عام سے وہ کرتا ہے کہ لہ کرچہ
 میں اس قابل تو کیسے ہوں کہ میری کوئی درخواست قبول ہو لیکن میری ہمت تو
 دیکھیے میں نے آپ کو چھوڑا جس کو چھوڑا، ہمیشہ ہمیشہ کے مذہب کو روکیا ان
 سب کے ہرے میں صرف ایک اتھی کرتا ہوں کہ میری ایک دعا قبول فرمائیے کہ
 جب میں دریا تیل و خمدوس تو اس میں جوش و روانی پیدا ہو جائے۔ چنانچہ اس
 کی دعا قبول ہوئی و دریا بنی ہوا تو مسکن کو چاہے کہ فوٹوں جیسا طر عمل رمدی میں
 اختیار نہ کرے اور دوسری دنیا کی خاطر اپنی آخرت پر باند نہ کرے۔

علامت (۱۳)۔

ہر وقت پیچھے رہنے کی گنجائش ہے

اگر مسافر فرماتے ہیں "نسان کی خدا سے دارترین حالت اس وقت ہوتی
 ہے جب وہ سوائے شہد کی اور عورت کے کسی اور چیز کو مدد اور غرض قرار نہیں دیتا۔"

علامت (۱۵)۔

گناہ کی گناہ کی گناہ کی گناہ

علامت (۱۶)۔

قبیلے کا نسل و نسل

علامت (۱۷)۔

آج کا نسل پرچہ اور گنگوٹوں میں داخلہ کرنا ہے

موت کے کائنات فرماتے ہیں "اپنی عمر کو معلوم کر کے غم نہ کرے ہوئے
رہنے کا عوض لے کر۔" آج کا نسل پرچہ رخصت ہو کر رہے ہوئے وہ اسی طرح
ہدایت کو پہنچے گا۔ اپنی زندگی کو ترروں میں صرف کرتے رہے۔ تاخیر سے کام
لیا۔ یہاں تک کہ یا ایک صدمہ جدا ہو گیا اور وہی کا وقت آیا۔ وہ بستر رحمت پر سوے
ہوئے تھے۔ پھر یا ایک وہ خوشحالوں سے قریبی تارکی میں لے جائے گئے۔
نجات کا دروازہ ان پر بند کر دیا گیا۔ ان کے بیوی بچے ان سے سارا ہٹ کر ہو گئے
اور ان کا ماں و اسباب سب تقسیم کر دیا گیا۔"

علامت (۱۸)۔

زندگی کی آسائشوں (Luxuries) کے حصول میں شہوت

موت کی تیاری کا وقت کا نسل و نسل

روایت میں ہے کہ جب میرا المومنین علی ابن ابی طالبؑ بصرہ میں جنگ
جمل کی کامیابی کے بعد وہاں تشریف فرما تھے تو آپ کو اطلاع ملی کہ عطاء ابن زیاد
جو بصرہ کے معززین میں سے تھے اور امیر المومنین کے قتل اور بچے دوست تھے،
یہاں ہو گئے تو حضرت "ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے وہاں جا کر دیکھا

کہ اسوں نے ایک بڑا عیش گھر بنایا تھا اور اس میں تمام سرگمشتاں مہم جو تھیں۔
 نہیں، کیونکہ موانے فرمایا۔ خدا تم نے کیا بنا دیا ہے اور وہ وہاں پر رہتے ہی
 حیات کے لئے تمہارا گھر کھینچا نہیں ہو۔ جہنم کا گھر بن گیا۔ جہنم کی آگ
 کے لئے اس قدر وسیع و عریض محل کی ضرورت نہیں۔ تمہیں حیات کے لئے وسیع
 وسیع و عریض گھر کی ضرورت ہے، جنت میں بڑی احتیاج ہوگی یہ وہاں ہمیشہ
 رہنا ہے۔

رسول خدا سے مروی ہے ”بعض لوگ آخرت میں سے بھونے اور
 نکلے مکاں میں ہوں گے جتنا میل کو دور میں ٹھوکنے سے سوراخ ہوتا ہے۔
 جنت میں آپ کو ہر وسعت فقط صدقہ و خیرات ہی کے وسیع پڑھانی
 جا سکتی ہے نفس کو کھینچا پڑتا ہے اور اس کے بغیر وہی چارو لگی نہیں ہے۔

وامامت (۱۹)۔

آخرت کے گھر بچے پر قیامت

منہ دنیا لگی ایک شے سے اور اس میں روز بروز ترقی ہوتی رہتی ہے جب
 آخرت کا یہ حال ہے کہ ہر شخص میں ایسے قلیل درجہ پر ہی قانع ہے اگر کسی کو ترقی
 آخرت کی نصیحت کی جائے تو کہتا ہے کہ نماز روزہ تو کرتے ہیں دنیا میں رہیں؟
 بعض تو آخرت کی طرف کسی ہمت متوجہ ہوتے ہیں جب تک یا سلامت رہے
 ہر امر دنیا کا نقصان کسی جہ سے ہو گیا تو وہ آخرت ہی کو خیر باد کہہ دیتے ہیں۔ گویا خدا کی
 عبادت و محبت کو شخص اس خوشامد سے کرتے ہیں کہ وہ خدا سے ایسا سواراتا ہے
 اور امرائین پر عمل کرتے ہوئے اتفاقاً دنیا بھر جائے تو یہ خدا سے بھی بڑھ جاتے ہیں۔

امورِ آخرت سے پہلے شہر کی ہر گلی پر ہے

دنیاوی امور میں انتہائی ہر ایک جہنم کی حد تک علم ہوتا ہے۔ انسان کی نفسی سطح پر علم صرف ہادی دنیا کی زمینوں تک ہی محدود ہوئی ہے بزرگوں کو پیدا ہوئے ۶۰-۷۰ سال ہو گئے قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہوتے ہیں اور آخرت کی الف با ب سے بھی واقف نہیں جبکہ آخرت کا ایک روز پچاس ہزار سال کے برابر ہے جہاں تاریخ وہ وقت گزر رہا ہے وہاں کی تفصیلات کا علم نہیں۔ جنت، دوزخ، قیامت کو گویا قصہ کہانی سمجھ لیا گیا ہے۔

دنیاوی معاملات میں ذہن اور زیرک ہوتا لیکن لفظی احکام کو سمجھنے میں کند ذہن و رنجی بن جاتا ہے۔ راہ خدا میں خرقہ کرنے میں کجروی اور شہوت رانی و دنیاوی امور پر بے حساب دوست لگتا ہے۔ مسجد سے دوری اختیار کرتا ہے اور رقص و سرور کی محفوں کی رعیت بنتا ہے۔ بہر حال انسان جو بوئے گا وہی کاٹے گا۔ اگر کوئی شخص انگور بوئے ورتہ ہوز کی توقع رکھے تو عقل کے خداف ہے۔ شادی و ہم کی تقریبات میں ہزاروں روپیہ محض نام کی خاطر خرچ کیے جاتے ہیں حتیٰ کہ لوگ اپنی زمین جائیداد تک بیچ ڈال دیتے ہیں۔ کوئی ان سے پوچھے کہ تپے کیا حاصل کیا؟ کچھ بھی نہیں۔ صرف نام فریاد جو اگر بچا جائے تو دو دوڑی میں بھی نہیں بک سکتا۔

موت کا خوف اور موت کے بعد کی حالت

لوگوں کو موت کا خیال اگر ہوتا تو بھی موجودہ حالت یا قریب میں نہیں

بدلتا رہتا مستقبل بعید میں ہوتا ہے۔

بچے کس رستے میں آگئی جو کس کس بوزھے میں گئے پھر موت
آئے کی ایسے ہی جوان خیال رستے میں آگئی تو بوزھ سونا باقی ہے۔ یہ ہی
بوزھ ہے خیال رستے میں آگئی بڑھاپا آیا ہے۔ بڑھاپا ہے۔ اس کی اپنی
بھی ہوئی پھر نہیں موت آئے کی۔ غصہ ہر شخص موت و پنے سے رہا۔ مستقبل
بعید میں سمجھتا ہے۔ حکایت میں ایک واقعہ ہے کہ ایک جوان شخص کی ملاقات
ایک ورگھے شخص سے ہوئی جو کہ اپنی عمر طبعی کر رہ چکے تھے۔ جب رخصت ہونے
کا وقت آیا تو وہ بولے، اچھے سے اب آپ سے سب ملاقات ہو، ہم تو عمر طبعی
دو تہی چکے ہیں۔ چہاں بھری میں اوہ وقت حشر موت میں تو اس میں سے رہا
تپ تو چہ بھری میں چو عمر تو پانی سے یلین ہم تو چہاں شام میں بھی راشی
ہوے ہیں بدلتا ہی طرح راشی بھی نہیں سو پائے۔ اگر بھی ایک ملاقات
جھٹکا مک کیا تو کل، بخلاف آپ سے آپ چہ بھری میں آپ پتو رات
سہا سہی سے کر رہی ہے۔ اب مسیحی وہل ہونے کا انتہا ہے۔ میں تو رات بھی
صحیح و سرگزر جانے میں شک ہے۔ ہمارا ہر حال است آپ سے، یہاں قابل پاں
سے اور آمد و رفت کی امید میں ہمیں آپ سے کوئی خصوصیت نہیں بدلتا ہم
اور آپ دونوں اس میں شریک ہیں۔

غصہ بوزھے اور جوان سب کے سب مثل چہ بھری کے ہیں مگر کوئی
چہ بھری شام ہے اور کوئی چہ بھری۔ خطرے سے کوئی بھی خالی نہیں۔
ایک شخص نے پیغمبر اسلام کی خدمت میں عرض کیا، یا رسول اللہ مجھے
موت سے خوف محسوس ہوتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا، کیا تیرے پاس دنیاوی ماں

”اسباب ہے“ اس نے غصہ کیا ہوا تو ہے۔ تو آپ نے فرمایا تو پھر اس کو گئے
 روئے درود۔ یعنی صدقہ دے دو تاکہ وہ مال و آخرت میں پہنچتا ہے کیونکہ آدمی کا دس
 س کے مال کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ہی رہنا چاہتا ہے۔ گروہ مال دنیا ہی
 میں رہ جائے تو وہ خواہی دنیا ہی میں رہنا چاہتا ہے۔

اور اگر پہلے ہی آخرت کے لئے روئے کر دے تو پھر خود بھی اس کے پیچھے جانے میں
 خوف نہیں ہوتا موت کی سب سے بڑی سختی یہی مال دنیا سے دوری ہے۔ اسامہ کے
 بر رگ ترین محقق سید میر باقر دہلوی اپنی بظہیر کتاب (قصہ) میں فرماتے ہیں

لا نحتاجك الموت فان مرارته في خوفه

موت سے نہ ڈرنا اس لئے کہ موت کی سختی اس سے ڈرنے ہی میں ہے۔

علامت (۲۲)۔

شیخ علی کی طبعی طبعی امید میں پائیدار ہے

یہ سائنس حاصل ہو جائے وہ حاصل ہو جائے۔ ہم کو شیخ علی کے خیالات پر
 ہنس آتی ہے لیکن غور کیا جائے تو ہم میں سے ہر ایک شیخ علی ہے رات دن مال و
 دوست بڑھانے کی اہمیت میں لئے ہوتے ہیں کبھی شادی کی اہمیت ہے شادی کے
 بعد یہ ہے کہ ادا ہو جائے۔ ادا ہوئی تو ان کی شادی اور پھر ان کی ادا کی فکر
 اسی میں موت آ جاتی ہے اور تنہا باقی رہ جاتی ہے۔

حب دنیا کا علاج

لیکھنا

اگرچہ ہمارے اندر مختلف امراض روحانی پائے جاتے ہیں لیکن رسول خدا کے ارشاد کے مطابق تمام امراض کی وجہ ایک چیز ہے

حب دنیا و اس کل عطیتہ

دنیا کی محبت تمام بُرائیوں کی جڑ ہے۔

اس کا علاج بیان کرنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اصلی مرض کا مکمل علاج معلوم ہو جائے گا کیونکہ اصلی مرض بقید امراض کا سبب ہو کرتا ہے۔

تھری

حب دنیا کا مرض فقط تمنا کرنے سے نہیں جاتا اس کے نئے فکری اور عملی اقدامات کی ضرورت ہے جو آگے چل کر بیان ہوں گے۔

نبی ابراہیم علیہ السلام میں امیر المؤمنین کا بیان ہے ”میں اپنے نفس کو ریاضت کے ذریعے آراستہ کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہوں تاکہ یہ قیمت کے دن محشر کی ہولناکیوں سے امان میں رہے۔“

تھری

مندرجہ ذیل طریقوں پر ہمیشہ عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ نہیں کہ ایک دو دفعہ عمل کر لینے سے یہ مرض ختم ہو جائے گا۔ جیسا کہ کوئی عادت ایک دم سے نہیں بن جاتی، بار بار کے قواں و افغان سے بنتی ہے۔ اسی طرح عادت کا جکڑنا بھی

یہ وہی ہے جس سے نہیں ہوتا۔ اگر ایک ایک اور سلجھا ہو تو وہی ایک دفعہ
 ماں سے دل نامناسب بات ہے تو اس کا باطن پر اثر تو پڑتا ہے لیکن جتنا نہیں کہ
 حادثہ ہی بگڑ جائے۔ بار بار کرنے سے اس کی حادثہ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح
 یہ بگڑ سکتا ہے یہ وہی دفعہ سلجھے ہوئے ہر میں بات کر لے یا ایک دفعہ
 دوسرے سے مناسب ہوئے کہ تو اس سے بگڑی ہوئی حادثہ ختم نہیں ہو جاتی۔
 بگاڑ جتنا زیادہ ہوتا ہے، اسے سنوارنے کے سے اتنی ہی محنت و اتنا ہی زیادہ
 وقت و کار ہوتا ہے۔ اسی طرح سمجھو جتنا زیادہ ہوتا ہے اس کے بگڑنے میں اتنی
 ہی دیر لگتی ہے۔

چھوٹی بیماریاں

ہے ذہنوں و مثال کردیکھئے کہ اس کو کوئی شخص مرض سمجھتا ہے؟ نور و فکر سے
 معصوم ہوگا کہ کوئی بھی اس و مرض نہیں سمجھتا اور کوئی اسے مرض سمجھتا بھی ہے تو
 معصوم سمجھتا ہے اور جس مرض کو معمولی سمجھ لیا جائے وہ نہایت خطرناک ہوتا ہے
 کیونکہ اس کے علاج سے غفلت ہو جاتی ہے اور پھر وہی مرض اندر ہی اندر جڑ پکڑ
 لیتا ہے اور پھر آخر میں علاج سے بھی بے خوف ہو نہیں ہوتا۔

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ سخت سے سخت مرض کا علاج بھی ہجوم سے یا
 جائے تو وہ آسان ہو جاتا ہے کیونکہ حدیث میں بھی ہے کہ ”خدا نے ہر مرض کے
 لئے دو پیدا کی ہے۔“ اس کا اطلاق جسمانی امراض پر بھی ہوتا ہے اور مراض
 روحانی پر بھی۔ بس کمر ہمت کسے کی دیر ہے۔

پانچویں امرات

اس مرض کو نکالنے کے لئے عملی اقدامات کرنے ہوں گے فقط بیٹھ کر تنسویہ لینا کافی نہیں۔ گویا خدا کی نہر میں پانی تم ہو گیا تھا بس دو تنسویہ لے اور سارے گناہ معاف ہو گئے وہ سب کا غار ہو گیا۔

بات یہ ہے کہ تنسویہ لے کر کوئی دقت نہیں، کچھ کرنا نہیں پڑتا اس لئے رونا اختیار کر لیا۔ جیسا کہ حکایت میں ہے کہ ایک شخص کے ساتھ سفر میں تھا، وہ راستے میں مرنے لگا تو آدھی روئے لگا۔ ایک مسافر نے رونے کا سبب دریافت کیا تو کہا یہ کتنا تھکے دنوں سے میرے ساتھ ہے اور آج مر رہا ہے۔ اس واسطے رو رہا ہوں۔ پوچھا اس کو کیا مرض ہے؟ کہا کہ بھوک سے مر رہا ہے۔ مسافر نے دیکھا کہ ایک طرف ایک پٹنی بندھی رکھی ہے، پوچھا اس میں کیا ہے؟ کہا روٹی ہے۔ مسافر نے کہا تو پھر کتے کو کیوں نہیں کھلا دیتے جس سے تجھ کو تخی محبت ہے۔ تو کہنے لگا، ابھی ایسی محبت بھی نہیں کہ رقم کی چیز کھلا دوں اور رونے کا کیا ہے؟ مفت کے آنسو ہی تو ہیں دو گھڑی بہا لوں گا۔

بس یہی حال ہمارا ہے کہ یہے موقعوں پر ہم بے فکر رونا سیکھا ہے جس میں کچھ خرچ نہیں۔ اگر کوئی نصیحت بھی کرتا ہے تو اسے جواب دیا جاتا ہے کہ اللہ تو فیق دے گا تو آخرت کے لئے کچھ کریں گے۔ گویا اس میں بھی نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کی خطا ہے ان کی کوئی خطا نہیں۔ ابھی کہتے ہیں کہ ہماری تو قسمت ہی خراب ہے۔ دنیا کے دھندوں سے فرصت ہی کہاں ملتی ہے؟ گویا اس میں بھی اللہ تعالیٰ ہی کی خطا ہے درجہ یاد و خیال آیا تو بزرگوں اور علماء سے دعا کرنے کی درخواست کی

جاتی ہے۔ یہی حال ساری عورتوں اور خصوصاً بوزمی عورتوں کا ہے۔ ان کا دلی کام
ہوتا سب سے کم ہمت۔ بیٹے اور بیوے درمیان ناچاقی کا مسئلہ پیدا کرنا ہو یا
گھر میں دیگر خواتین بھڑکے، ان میں سب سے آگے۔ ہم ان کو کم ہمت سمجھتے
اور یہ ان کے کاموں میں بھی کم ہمت ہوتی ہے۔

گوشی کم ہمت

اگر بعض افراد طریقوں پر عمل کرنے میں ناکامی ہو تب بھی اس کو ناکامی
نہیں سمجھا جائے گا۔ کیونکہ شروعاتی شخص آخرت کا مستحق سرے اور وہ حاصل بھی نہ
ہو یا پور نہ بھی ہو تب بھی اس کو ثواب ملتا ہے۔

مثلاً اگر برائیوں سے بچا جاتا ہے کہ آپ اپنی ماضی قرات تو دست کر لیجئے
تو جواب میں کہتے ہیں اب تو ہماری تعلیم کا وقت ہے؟ ہم بڑھے طوطے کیا
پڑھیں گے؟ یہ جواب بالکل غلط ہے۔ آپ کا کام صرف کوشش کرنا ہے چاہے صحیح
ہو یا نہ ہو۔ اگر کوشش میں ناکامی ہو جائے اور پھر بھی کامیابی کا درجہ حاصل نہ ہو تب بھی
ثواب ملے گا۔ ایک ثواب محنت کا، ایک ناکامی کے رنج کا۔ آج کل مومنین میں
یہ بات بہت عام ہے، کہتے ہیں کہ فلاں کام ہم نے کرنا چاہا مگر نہیں ہو جبکہ حقیقتاً
ان لوگوں نے اس کا ارادہ ہی نہیں کیا صرف تمنائی تھا کی ہے۔ ارادہ اس کا نام
ہے کہ جس اختیار کا کام ہم خیال کرتے ہیں اس کی ذمہ داری میں ناکامی ہو جائے اور
اپنی پوری کوشش اس میں صرف کر دی جائے۔

اس لئے جو شخص یہ کہے کہ میں نے ارادہ کیا اور پھر بھی کام نہ ہوا، قابلِ حسم
نہیں ہے کیونکہ پختہ ارادہ کے بعد عمل ہو ہی جایا کرتا ہے، کبھی نہ ہونا اتفاقی بات ہے

آیت اللہ مستغیب شیرازی فرماتے ہیں

”اے جوانو! جب تم چھوٹے تھے تو بچوں کے ساتھ جمع ہو کر کھیل کود کرتے تھے۔ اے تیس سال کے آدمی کیا اب بھی تمہارے دل کھیل کود میں پڑا ہوا ہے۔ اب تو تم میں پختگی آئی چاہئے تھی۔ بچپن میں ایک دو آنے کو تم کس طرح مٹھی میں دبا کر اس کی حفاظت کرتے تھے۔ کیا اب بھی تمہیں پیسے سے اتنی ہی محبت ہے؟ تم راہ خدا میں کیوں خرچ نہیں کرتے؟ آخر تم کب بڑے ہو گے؟“

تین چار سال کے بچے لڑنے کے بعد چند گھنٹوں میں روٹی کر لیتے ہیں اور بغیر کسی بغض و عناد کے دوبارہ کھیل کود میں لگ جاتے ہیں۔ اس کے برعکس یہ چالیس پچاس سال کے بڑھے ذہوک اگر ایک دوسرے سے ناراض ہو جائیں تو ہمیشہ کے لئے دل میں کینہ اور کدورت بھر لیتے ہیں۔ (کیا تم بچوں سے بھی بچے بن گئے ہو؟)۔

اے لڑکیوں! جب تم چھوٹی ہوتی تھیں تو گڈے گڑیوں سے کھیل کرتی تھیں لیکن تم اب بالغ ہو گئی ہو۔ عزت و عظمت اور پردہ تمہارے شایان شان ہے۔ اب خود نمائی اور خشن فروشی کرنا تم کو زیب نہیں دیتا۔

(آپ سب کو بلند حوصلے اور عزم و ارادہ ہی کے باعث علی ابن ابی طالبؑ کی ہمتا جی نصیب ہو سکے گی)۔



موت کا تقاضا ہے کہ دنیا کا دل چھوڑے

اگر موت کے انتظار کی کیفیت آپ میں بیدار ہو جائے تو حُب دنیا دل سے

نکل جائے گی اور آپ کے تمام موردِ دست ہو جائیں گے۔

امیر موتیں فرماتے ہیں ”میں تم کو وصیت کرتا ہوں موت کا دم طعنت
کرو اور اس سے بے خبر نہ رہو۔“

”آپ کی کوئی حالت موت کے خطے سے باہر نہیں ہے۔ اس مکان کو
مسترد نہ کریں ہمیشہ سے مد نظر رکھیں۔“ ہوسکتا ہے کہ ان میر کی زندگی کا
تحریک ہو۔ ممکن ہے میر کے جیسے عاشق بار بار میں ”تیرا“

اس وقت دیا کریں جب آپ ایک لمحہ تک بننے کی طاقت نہیں رکھیں
کے۔ اس وقت یا کریں جب وہاں تک نہ گئیں کہ اس کا دل نہ مڑنا چھوڑ دے گا
یہاں تک کہ چہنچہاں تک نہ نام بھول جائیں گے۔

موت کا کیا ہے۔ اس سے پہلے کا کوئی راستہ نہیں امت اس کا نتیجہ شیریں ہے
گھر سے باہر دو نکلے دان عورت یہ سچے۔ شاید گھر سے باہر ہی میر کی موت
واقع ہو جائے۔ بغیر مورد کے نکلے پاؤں گھر سے نکلتے وقت یہ خیال ہے کہ
جب میر کے انہیں پاؤں کو ممکن میں چہنچہاں جا رہا ہوگا۔

موت کے مراقبہ (سوچ) سے ممکن ہے کہ کسی کو طبعاً ہو کہ اس سے تو وحشت
ہوگی اور دل ٹھہرا لے گا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جب وحشت ہونے کے بعد وہ
رحمت کو یاد کریں اور سچا کریں کہ میں وہاں سے اتنی محبت سے کہ میں وہاں
پہنچے سے اتنی محبت میں ہے تو اس کے پاس جانے سے وحشت کی کوئی وجہ نہیں۔
مگر ہم میں کہ موت کو تباہ ہوئے ہوئے ہیں کہ وہ مردوں کو مرتے، کچھ کر بھی
خیال نہیں آتا کہ مرنے کے سارے سارے بھی ہے۔ بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس موت ہی
کے واسطے تھی اگر کوئی یاد کرتا بھی ہے تو بطور وظیفہ کے۔ مگر یہ کوئی معافی کا ڈب

کے کروٹیں پڑھا کرے تو کیا اس سے اس کام میں مدد ہو جائے گی؟ نہیں۔ اسی طرح موت کا وظیفہ پڑھنے سے کام نہیں چل سکتا اس وقت کی یا نہیں آتے۔ موت کی یاد یہ ہے کہ زیورات کی ثمرات سے نفرت ہو جائے، گھر میں زیادہ سامان بھیر نہ معلوم ہو۔ جیسے سڑ میں زیادہ سامان بھیرا ہوتا ہے۔ مگر ہماری یہ حالت ہے کہ سڑ ثمرات سامنے سے اور گھر میں سامان قدر سامان ہے۔ جس کی تفصیل گھر والوں کو بھی معلوم نہیں اور سامان کا جو جو وزن پر ہوا ہوتا ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔

جیسی رسول اللہ فرماتے ہیں

اکثر و ذکرها زم اللغات (شیں موت)

اپنی شکو میں بدوں ہوتوں۔ وہاں چیز (موت) ہوا۔

یہ بھی جاننا ہے کہ ایک فٹو ہے جو ۱۰۰ سال پہلے کی ہے اس کے بارے میں
 جتنے راز اور پیریں ہونے کے ممکن ہیں ان کے بارے میں۔

یہ مگنی کہا ہے کہ وہ دو کسے ۵ دن میں حوالہ اس بھی جانتی ہے۔ اس میں ایک نکتہ ہے اشارہ اس طرف ہے۔ وہ اس تکسیر کو جانتی ہے اب حنا روئی نماز کے ملاحظہ ہو۔ ہمیں اپنی موت کا دن ۱۰ روز نظر آتا ہے حالانکہ وہ بہت نزدیک ہے۔ وہ ۱۰ دن تک اس سے گزرتے ہیں کہ نام کی حقیقت یہ ہے کہ وہ پورا الٹا تو سب یاد رہتا ہے۔ یہ کچھ فلاں کا میاں ہے لاہاں ۵ پوتا ہے اور آگے پروردگار کا نام پوچھو تو حوالہ دے گا یا نہیں رہتا۔ یہ دنیا کچھ نہیں فقط دنیا ہے اور متنبہ ہیں کہ حقیقت کوئی شے نہیں ہے۔

دکڑ موت سے وحشت کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے اس عذاب نیک انجام

دیتا رہے یونکہ ایک محفل کمرے سے پروردگار عام سے نیک گمان ہو جاتا ہے
اور پھر لقا ہے پروردگار (موت) سے وحشت نہیں ہوتی۔

صحابی رسول حضرت عباسؓ کی حسب وفات ہونی تو ان کے بیٹے عبداللہ ابن
عباسؓ کو بہت رنج تھا۔ ایک عرابی آیا اور اس سے حضرت ابن عباسؓ کو وہ
شعر وہ میں سنی دلی جس کا یہ مفہور تھا

”پ حضرت عباسؓ کی وفات پر رنجیدہ یوں میں ”جبکہ آپؓ حضرت
عباسؓ سے بہتر شے یعنی ثواب مل گیا اور اس پر رنج ہے کہ عباسؓ ہم سے جد
ہوئے تو عباسؓ کو تم سے بہتر یعنی اللہ تعالیٰ ملے جو تم سے اچھے میں حش رہو
کہ وہ اچھی جگہ پہنچ گئے۔“

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھ کو اس عرابی سے بڑھ کر کسی نے سنی
نہیں دی۔ ایک اور حدیث میں ہے ”جو روزانہ میں مرتبہ موت کو یاد کرے اس کو
شہادت کا مرتبہ حاصل ہوگا۔“ اس کا مطلب یہ نہیں کہ صرف موت کا نام لے کر
اس کو یاد کرو بلکہ غرض یہ ہے کہ موت کو اس طرح یاد کرو کہ گناہوں سے بچنے کا
سبب بن جائے۔

طالع (۲)۔۔۔

ذیابہ صوفیہ صوفیہ صوفیہ صوفیہ صوفیہ صوفیہ صوفیہ صوفیہ صوفیہ صوفیہ

مولائے کل اسد اللہ غالب علی ابن ابی طالبؓ کے ہاں ایک مہمان آیا اس
نے دیکھا کہ علیؓ کے گھر میں غریب ترین سے تم تر درجہ کا سامان زندگی موجود نہیں۔
مہمان کو چٹائی پر بیٹھنا پڑا۔ مہمان سے رہبانہ گیا عرض کیا مولائے علیؓ آپ کے گھر کو

ہم سے یوں میں بڑھاتے آپ تو مسلمانوں کے پیشوا ہیں۔ تو آپ سے جواب دیا ہم اہلیت معتزہ جو بھی نی چھ حاصل کرتے ہیں سے ان گھر (تحت) کی طرف روانہ روایت میں جو ہمارے پیش نظر سے اور تم میں نہ ان سخاوت میں مشغول ہیں تو کہ جو یہ خان خان طرہ سے رہتے ہوتے تھے۔ ہم سے پہلے ہی وہاں روانہ کر دیا ہے۔

شیخ بہائی کے کشفوں میں روایت نقل کی ہے۔ کسی سے کہنا محسن نقی سے عرض کی کہ میں رسول اللہ ہم مسلمان موت سے بڑا اچھا ہے میں اور ایک آپ اہلیت ہیں جو ہر وقت اسے مجھے گاہ رکھتے ہیں۔ تو اب محسن نے فرمایا "اصل میں تم سب دنیا پہاڑ کرنے کی لڑائی کرتی ہے اور وہاں کا گھر وہاں رہتے ہو اور وہی بھی غلط فہمی ہے ان سے دیر سے ان طرف جانا پسند نہیں کرتا۔" علمائے اعلام میں سید ابن طاووس فرماتے ہیں۔

روایت میں ۱۰۱ (عشر) جو تہ کو دینے کے لئے نہیں یا کیا ہے ہم مدد تھان کی ان سب نعمتوں نے باوجود اس حالت کرتے ہیں یعنی (عشر) خود رکھ لیتے ہیں اور باقی نعمت میں قسیر رہتے ہیں۔

فرض حاصل رکھنے کے باوجود اس میں اس نے کام میں گھر میں Swimming Pool سے ہر قسم کی خوشی و سرور حاصل ہوتے ہیں۔ یہ وہاں مقام پر رہتے ہیں جس کی قربت وہاں نہیں۔ بلکہ وہاں اس میں (Law) ہوا یہ مت سمجھیں کہ جس طرح مراد کو سچ گئے آپ کا دل سے باریغ رسواں ملنا چاہیے۔

لوگوں کو رحمت دینا کرنے سے محنت و قیاس سے نکل چلتی ہے

نردار کی بندگی تو یہ ہے کہ انسان خود زحمت اٹھا کر دوسروں کو سہولت فراہم کرے جبکہ خست دنیا یہ ہے کہ اپنی سہولت کی خاطر دوسروں کو زحمت میں ڈال جائے۔ سو اے کائنات اپنے تلامذہ قہر کے ساتھ ایک دن باز رہ گئے وہاں انہوں نے دو ٹیمیں خریدیں اور جو بہتر تھی وہ انہوں نے قہر کو دے دی۔ انسان کو یہ ہی ہونا چاہئے جتنی دوسروں کو راحت پہنچانے والا۔ اگرچہ اسے خود ہی کیوں نہ رحمت غنائی پڑے دوسروں کا بوجھ اٹھائے نہ کہ خود دوسروں پر بوجھ بنے۔ دوسروں کو روزگار فراہم کرنے میں مددگار ہونا چاہئے۔ دوسروں کی روری پر است مارنے والا نہیں۔ دوسروں کا احترام کرنے والا ہونا چاہئے اپنی جھولی عزت کی خاطر دوسروں کو ذلیل کرنے والا نہیں۔ ایثار و سخاوت کا دہدادہ ہو، جانوروں کی طرح فقط اپنی فکر میں گمن رہنے والا نہیں۔ ایسے ہی شخص کیلئے فرشتے موت کے وقت پھول لے کر آتے ہیں کہ وہ دنیا میں بھی پھول کی طرح بے ضرر بن کر کاٹا بن کر تکلیف دہ نہ بنے۔

اصلاً آدمی جیسا ہوتا ہے ویسا ہی کاٹتا ہے۔ کانٹے بونے والا کانٹے ہی پاتا ہے اور پھول اگانے والا پھول ہی حاصل کرتا ہے۔ جو شخص دنیا میں کشادہ دل ہے، قبر میں اسے تنگی کا احساس نہیں ہوتا۔ اور جو شخص دنیا میں تنگدل ہے، دوسروں کو کچھ دیتے ہوئے اس کی جان نکلتی ہو، قبر بھی اس کے لئے ویسی ہی تنگ ہوگی۔

امام حسن رسول اسلام کا ارشاد نقل فرماتے ہیں ”میری امت کے بہت سے لوگ نماز روزہ کی کثرت کی وجہ سے جنت میں نہیں جائیں گے بلکہ ان کے دلوں

کی سلامتی سچاوت اور مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی اور محبت کی اس فحشیت میں
 ہے جو ہے۔

طالع (۲)۔

ہر وقت آخرت کو یاد رکھیں

آخرت کے متعلق سوچنا اور اپنے وقت کا میں۔ جو عمل کرے۔ اسے متنی میں
 ان کی یہ حالت ہے کہ وہ وقت کمال رکھتے ہیں۔ جیسے
 ان نمازوں کے لئے وقت نکالے۔ یا سچنے کے واسطے مکی و مکی وقت رکھا ہے؟
 جس میں یہ آخرت کی باتوں کو یاد رکھیں کہ موت کے بعد کیا پیش آئے گا
 ہے؟ قبر میں کیا سوگامیدیں آخرت میں یا عینیت ہوں؟ بلکہ صراط پر کیا حالت
 ہوگی؟ حق تعالیٰ کے دروہر و جانا ہے۔

قرآن میں ارشاد ہے:

لَعَنَکُمْ تَعٰکُرُوْنَ فِی الدِّیَارِ وَ لَآ حِرَہ

تاکہ تم ایسا آخرت کے معاملے میں سوچو یا کرو۔

کہ جو یاد آخرت میں غور و فکر سوچنا اور کر کے ان کاموں کو نہ کرے گا تو معلوم
 ہوگا کہ آخرت کے معاملے میں دنیا بچے ہے تو خود بخود آخرت کی طرف رغبت بڑھے
 گی۔ آخرت کی سوچ سے دنیا کی لذات میں کمی واقع ہو جائے گی اور یہ بھی ہے کہ
 آخرت کی سوچ سے دنیا کی تکالیف میں کمی کی واقع ہو جاتی ہے۔

ایک عام کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ ایک خوش فہم شخص ان کے سامنے
 سے گزرا اور یہ آواز لگائی "العبار العشرة بدائی" یعنی دس کلکیاں ایک دانگ
 (روپے) میں۔ مانگ میں کیونکہ ہر وقت آخرت کی فکر رہتی تھی تو یہ آواز سن کر آپ کا
 ذہن اخیر کے دوسرے معنی کی طرف منتقل ہوا یعنی خیر کی جمع۔ آپ چلے مارے

موت ہوئے اور اس سے پہلے فریاد جب اس نیپوں کی قیمت ایک روپیہ سے تو کم
 اس کی قیمت یا ہے "باقی کی چیزیں حقیقتی فکر رہے تو یہی حال ہوتا ہے۔

یہ وعدہ مہیڈ ایک دنٹ پر جا رہے تھے کہ اونٹ ایک جگہ رہ گیا مگر
 مارے مارے کے قازیانہ ٹھیا اور ہاتھ روک گیا اور رہا۔

مجھے رہنے سے اس حیلوں و تارینہ میں ہر کل مجھ سے اس کی بات ہو جا ہے۔
 ابورغھاری کے جب بیٹے کا انتقال ہو تو آپ اس کی قبر پر آ کر گریہ کرنے
 کے در فرمایا "اے فرزند میں تم پر اس لئے نہیں رو رہا ہوں کہ تم مجھ سے جدا
 ہوئے ہو بلکہ اس خیال سے رو رہا ہوں کہ تن کی رت تمہاری قبر کی پہلی رت
 سے معلوم نہیں تمہارے ساتھ یا ہو رہا ہوگا " تم منکر و نکیر کے سوا اس کے صحیح
 جواب بھی دے رہے ہو کہ نہیں؟"

وہ دہی ہے کہ اس سب کے نزدیک "خیرت" ہم تھی، اور یہ "امیت" سوچی
 و بچار اور تفکر کے لئے وقت نکال کر ہی حاصل کی جاتی ہے۔

طالع (۵)۔

دشمن کی مستحب دعا گنیمت قرعہ یاد کر کے ملے و فو
 گرتے وقت دشمن کو پڑے پڑے

(۱) جب پانی پر نگاہ پڑے تو یہ دعا پڑھے

بسم الله و بالله والحمد لله الذي جعل الماء

طهوراً أولم يجعله نجساً

پروردگار مجھے سن، ان میں صدمہ، غمات، قدم، مصائب، لوگوں نے قدم اس
پاؤں پر رکھے ہوں گے اور میری تمام خوشیوں ہوں باتوں میں گاموں سے جو تجھ سے
رہا مہرزدین۔

گروہوں کی یہ مستحب دعائیں و شش۔ یہ ان میں یا نہیں لکھتے گروہوں
جسے چھپا کر دیا جائے اور گروہ کے دوران اس کو ترجمہ کے ساتھ پڑھا جائے تو
یقیناً خوفِ آخرت زیادہ سے زیادہ ہوتا جائے گا اور یا کی محبت تم سے تم ہوتی
جائے گی۔

واللہ اعلم (۷)۔

آخرت کی وہ باتیں جن کے اخلاقی مضامین ہو جائیں

مولانا کا نکات فرماتے ہیں "میں نے نفس کو ریاستوں کے دریتے
ترستہ مرنے کی فکر میں لگا رہتا ہوں تا۔ یہ قیامت کے دن محشر کی سونا بیوں
سے امان میں رہے۔"

شیعہ کے معنی ہی جو وہی مرنے والے کے ہوتے ہیں۔ اگر آپ علی کے شیعہ
ہیں تو آپ کو چاہئے کہ علی کی جو کاری کریں اور نفس کی تربیت سے غافل نہ ہوں
آخرت کی ان تفصیلات کو جاننے کے لئے علمائے اخلاق کی کتابوں میں خصوصاً
شیخ عباس قمی کی منازلِ آخرت (مرنے کے بعد کیا ہوگا) کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔

طالع (۷) —

جنت کی نعمتوں کا مطالعہ بھی حرق و بربادی سے گھرے

یہ دلچسپ نوڈلستان طرف رغبت ہوتی ہے لیکن اس کو حشر کی نعمتوں
اور بدلتے متعلق چوہ معلومات ہی نہیں۔ اس وجہ سے جنت و آخرت کی طرف
رغبت محض نہیں ہوتی بلکہ اس سے وحشت ہوتی ہے۔ رُتاپ ہاں موت کے
متعلق سوچنے سے غبر تا ہے تو حیات کو سوچنے کے اس حیات سے بھی ایک
دوسری حیات ہے۔

مواہرات نے مشکوی میں لکھا ہے "اصل بعد جب جہنم کے اوپر سے پار ہو کر
حشر میں پہنچ جائیں گے تو آہیں میں نہیں گئے کہ ہم نے سنا تھا کہ یہاں صراط جہنم
سے اوپر نہ مگر ہم تو راستے میں جہنم نظر میں آیا تو فرشتے میں گئے تم نے راستے
میں ایک باغ دیکھا تھا؟ دو کہیں گے ہاں باغ تو دیکھا تھا۔ فرشتے کہیں گے وہ
جہنم تھا تمہارے اعمال کی برکت سے وہ باغ کی صورت میں تم کو نظر آیا۔"

تو ان کے سے جہنم بھی گلزار ہو جانے کا تو پھر اس سے زیادہ راحت میں ہوں ہوگا؟

طالع (۸) —

لاش کر کے محبت کی میں؟ عاشق

(Lovers) کا حاصل کہتے کہ گھٹیں

چونکہ فطری لذتیں اور آسائشیں خواہ کتنی ہی کم ہوں خدا اور بندے کے
درمیان حجاب (رکاوٹ) بن جاتی ہے۔ اگر مومن کی آسائشوں کی طرف رغبت
بہت بڑھ جائے تو مرتے وقت اس کو یہ حساس ہوتا ہے کہ خدا اس کو اس کے
محبوب سے جدا کر رہا ہے در ملک اموت اور اس مومن کے درمیان کشمکش میں دو
اس طرح اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے کہ اس کے دل میں خدا کی طرف سے

ناراضگی ہوتی ہے۔

یہی دنیا میں آسائشیں قبر و برزخ میں صورتِ کبریا کی حد تک رہے گا سب بدلتی
ہیں۔ کسی نے جنسِ بے ادبیت کے مطابق دیا ہے حدائقِ ربانیہ۔ یہاں قمر میں
نہیں رہتے اور یہ تیس دن بھی نہ گزرتے۔ یہاں قہقہوں کا سہارا ہے۔
جیسی مولائے کائنات فرما گئے

”جو کس کا مقرر ہے اسے شوق و تپ سے روکا ہے۔“

حضرت ابو سعید خدریؓ نے رسولؐ کے حجر میں ایک تلمو ریب و کھال اور ایک
رطل کے سونے چھوڑ دیے۔ کسی نے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا: ”میں نے جو کچھ
وہاں کے لئے اتنا بھی کافی ہے۔“

مطلب یہ تھا کہ قبر میں جا کر خسر تو گئے ریاضہ مارا، عمارتوں یا
ضرورت ہے۔ حکایات میں ہے کہ حضرت عمرؓ میں مددِ حزیں و ایف دیا جائے
میں ان غلطیوں پر جواریں تھیں کہ وہ تو پہلی سمجھ بھبھ میں شخص و بھی موت
آجائے گی جس سے سب سے آخر میں مرنا نصیب ہے۔

اس پر اچھڑت پڑنے لگا ہوا اس میں وہ بھی آیا ہی جا تو جب یوں معلوم ہوا کہ
وہ ابھی تھکی ہوئی نہیں اور ہمیشہ سے آخرت ہی میں رہتے پٹے ترے ہیں۔

یہ بات ضرور ہے کہ جائز آسائشوں کے حصول کے سبب عذاب نہیں دیا
لیکن وہ سبب طلبِ حساب سے اور اس کے سبب بھی نہ ان آخرت میں عید و راحت
سے محروم رہتا ہے اور ہر صاحبِ بصیرت جانتا ہے کہ یہ دنیا و برزخ میں حساب کے
لئے ٹھہرنا بھی ایک عذاب ہے۔

دو یا کی طرف مائل اور مری توجہ مت دی بلکہ اصل امر پر توجہ دی

جس سے حقیقت واضح ہو جائے۔ یونہی قرآن میں تفسیر فی اندیہ کا حکم ہے
(لعمركم سنكفرون فی الدب و لا حرة)۔ اسی وجہ سے ہمارے ایاں
حالت میں داخل توجہ سے دور رہیں حقیقت سمجھ رہے ہوتا ہے۔

موالہ ذات نے اس پہ داخل توجہ ہے اور بتایا کہ دنیا کی حالت توجہ سے
عدل چیزوں کا حساب دینا ہوگا اور جسم چیزوں پر جذب جھٹکا۔

ہم ایسا ویرق کے اوپر سے، کچھ برس پر عاشق ہو گئے اور اہل بندے
یرق غم کر رہے دیکھ رہے۔ اس کے آخرت کی طلب میں ٹپ گئے ہیں وہ ایسا
سے بوجھ کی تعلیم نہیں دیتے بلکہ کہتے ہیں کہ تکی کا دل توجہ دو کہ حقیقت معلوم
ہو جائے۔ تاہم توجہ مت کرو کہ ظاہر ہی تک رو جاؤ۔

لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ علماء ترقی سے منع کرتے ہیں جبکہ وہ قرآنی حکم
(استنبطوا الحیوات) خیر میں ایک دوسرے سے سبق حاصل کرو۔
مطابق ترقی کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اب خیر کا مقابل شر ہے اور ترقی فی شہوونی
عاقلاً مطلوب نہیں کہہ سکتے۔ جبکہ بغیر سودی دین کے دنیاوی ترقی و سماں علم
ترقی ورم سمجھتے ہیں۔ جس شخص کے بدن پر ورم یا سوجن آجائے ظاہر میں تو وہ ترقی
یافتہ ہے مگر حقیقت میں غزلی کی طرف جا رہا ہے لہذا دین کے بغیر دنیاوی ترقی
ورم کی طرف ہے۔ اس کے دو حامی نہیں ہیں ورنہ فی نفسہ ترقی دنیا جسمیں دین

سلامت رہے، وہ ہم سے زیادہ حامی ہیں۔

فلک و دھوپ کا طرہ کرنے کے بارے میں سوال اس سے کہیں غفلت ہو جاتی ہے ؟

مثلاً کوئی مین اپنے باپ سے مدد کی بات تو کرتا ہے تو سب سے پہلے یہ سمجھ لے کہ باپ سے کیا کیا ہو سکتا ہے کہ باپ سنا تو سمجھے آپ دونوں سے زیادہ معلوم ہے۔ میں نے تو صرف بدتمیزی کی ہے۔ نہیں اہل رہا اس کو بھی نہیں کہ اس علم اور بات کو خاصہ تو یہ تھا کہ میں کا اس بات۔ تم نے اس کے خلاف عمل کیا تو گویا تمہیں اس کا علم ہی نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل زمان بھی عقائد کے ساتھ عمل کو بھی متصور سمجھتے ہیں۔ یہی طرح ایک کہتے ہیں کہ بھئی میں دنیا کا حامی ہونا معلوم ہے زیادہ سمجھنے والے ضرورت نہیں۔ مگر عمل پر تا دایہ ہے کہ جیسے باقی رہنے والی شے کے ساتھ ساتھ رہتا ہے تو اس کا یہ عقائد نہیں دانا جائے گا۔ جب عقل کا تقاضہ تو یہ ہے کہ فائدے دینا سے کبھی غفلت نہ ہو مگر یہ کریں کہ ہر کی طبیعت غفلت نہ منتہی ہے کیونکہ فائدے دنیا کو بہا ہوا دیکھتے، سمجھتے مساوات کی ہو جاتی ہے، اور جس چیز کی مساوات کی ہو جائے، یکسانیت آجائے تو اس سے طبیعت و غفلت ہو جاتی ہے۔ مگر شریعت کے یہاں بھی دونوں کو معتدل کر دیا اور دونوں کی رعایت فرمائی ہے کہ چھو غفلت کا تو اتنا مصداق نہیں مگر قی غفلت نہ ہو کہ احکام عقیدہ یا عمل کی برہا ہو جائیں۔

مگر تھوڑی سی بھی غفلت نہ ہو تو انسان دنیا کا کوئی کام نہ کر سکے کہ اگر سامنے ہر وقت مہلت کھڑی رہے تو وہ کوئی کام اچھی طرح نہیں کر سکتا۔ اتنی غفلت کا تو

مصائب سے جس کی انتظام معاش میں ضرورت ہو مگر اتنی نہ ہو جیسے گویا ہمیشہ اسی میں رہنا ہے اور اس کی مثال بنی ہے کہ کوئی مسافر سڑے یا ہوٹل میں دن بگے اور اس کی ترسین و آرائش میں لگا جائے تو یقیناً سب اس کو بے وقوف کہیں گے کہ صرف رات بھر کا توقیر تھا، اس کے لئے اتنا استہارہ یہ تو وطن صلی کے لئے مناسب تھا۔

جبکہ حقیقت یہی ہے کہ جس چیز کے لئے لوگ دنیا طلب کرتے ہیں یعنی راحت قلب، وہ بھی ایسا سے حاصل نہیں ہونے بلکہ وہ ایمان ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے اہل اللہ سے بڑھ کر راحت قلب کسی کو حاصل نہیں اور یہی روح ہے دین کی۔ تو معلوم ہوا کہ ظاہر دنیا کو دنیا سے بھی کچھ حصہ نہیں ملے گا تو محض ظاہری سہاگہ کو لئے بیٹھے ہیں اور روئے دنیا انہی کو حاصل ہے جن کو آپ تبارک و تعالیٰ کہتے ہیں۔ روئے دنیا، دنیا کے پیچھے بھاگنے سے نہیں ملتی بلکہ اس کے ترک کرنے سے ملتی ہے۔ پھر حیرت ہے کہ لوگ اس چیز کے عاشق ہیں جس کے ملنے کا طریقہ یہی ہے کہ اس سے محبت نہ کی جائے۔ ظاہر ہے کہ جب طلب آخرت کا دنیا میں یہ نتیجہ ہے کہ طالب آخرت کو یہاں بھی راحت قلب حاصل ہو جاتی ہے تو خود آخرت میں پہنچ کر کیا حال ہوگا؟

طالع (۱۵) —

اگر سوچی ہی گیا ہے کہ دنیا کی ہر چیز حاصل کرنا ہے تو ٹھیک ہے۔ اس میں صرف ایک چیز کا اضافہ کر لیجئے اور وہ ہے قرب خدا۔ اس کو بھی حاصل کر لیجئے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے واجبات کو دیکھئے۔ مثلاً اگر آپ کے اوپر قصہ نمازیں ہوں، قصاروزے ہوں، خمس پابندی سے دانا کرتے ہوں، نمازات یا روزه نظام

آپ پر باقی مومن تو اس کی اسٹیٹ شروع کر رہے تھے۔ مگر جب تک نماز نہ پڑھا ہو اور وہ آپ پر واجب ہو تو اس کو ادا کیجئے۔

سناؤں سے حتی الامکان بچتے رہئے۔ قدر استطاعت تقویٰ خیر و نیکی جب یہ آیت نازل ہوئی کہ **فَاتَّقُوا اللَّهَ حَتَّى تَقَاتِلَ (تقویٰ خیر و نیکی کہ حق ہے تقویٰ خیر کرنے کا)۔ تو اس کا جواب** ہوں **خیر** ہے۔ پروردگار مومن شام کے مناسب تقویٰ کیسے ہو سکتا ہے؟ تب تک یہی **فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (استطاعت کے مطابق تقویٰ خیر و نیکی)** آیت نازل ہوئی۔

اگر بھی معاذ اللہ نادمی ہو جائے تو بھی یہ نہ سمجھو کہ میں اب مردود ہو گئے۔ پھر بھی نہ تھوڑی سی رجوع کرو اور یہ سمجھو کہ یہاں کا بدن بھی وہی کر سکتا ہے۔

حضرت موسیٰ کو وحی آئی

اے موسیٰ! میرا محبوب بندہ ہے جو مجھ سے یہاں تعلق رکھے جیسے بچہ اپنی ماں سے رہتا ہے۔ یہی تعلق کیسا عذاب ہے! فرمایا کہ ماں اپنے کو مارتی ہے اور بچہ اسی سے پنتا ہے، میں نہاں رہتا بھی میں نہ ہوں۔ اسی سے پنتا ہے۔ میں سے زیادہ آسان کامیابی کا حریقہ یا سوکا۔ کون دشواری نہیں۔ نہاں کے بعد اس کے در پر جھک کر توبہ کیجئے۔ اس طریقے سے کتاہوں سے اجتناب آسان ہو جائے گا اور اس طریقے سے حق نہ تھوڑی سی محنت پیدا ہوگی اور حسب دنیا بھی اس سے نکل جائے گی۔

علائے عدم نے بھی عوام الخ میں سے اس قدر لو کافی سمجھا ہے کہ وہ اپنی صورت ظاہری، شریعت کے مطابق بنائیں اور صورت عبادت کے پابند

ہوں میں یونکہ وہ حضرت جانتے ہیں کہ یہ صورت ہی نشاء اللہ ایک مہدیں
 الحقیقت ہو جائے گی۔ اگر عبادت میں رہا۔ آئے تب بھی اس کو کرتے جائیں
 یونکہ رہا ہمیشہ نہیں رہتی۔ چند روز میں عادت ہو جاتی ہے اور پھر عادت عبادت
 بن جاتی ہے اور پھر وہ ذرا بڑا قرب بن جاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اداسگی و جہالت اور ترک محرمات پر دوام کے بعد عشق الہی
 پیدا ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ قرن میں خُپ دنیا اور ترک آخرت پر شکایت کی
 سے یونکہ جس درجہ کی خُپ دنیا ہوگی اسی درجہ کی ترک آخرت ہوگی۔ جب عشق
 الہی آجائے تو گویا یہ کیفیت ہو جاتی ہے جیسا کہ ایک واقعہ روایت میں آیا ہے
 رسول مقبول ایک دفعہ جمعہ کے دن کا خطبہ دے رہے تھے اور بعض لوگ پریشاں پھر
 رہے تھے۔ آپ نے ان کو بھانسنے کے لئے اشارہ فرمایا ”اجلسوا“ (بیٹھ جاؤ)۔ اس
 وقت صوفی دروہے پر تھے۔ اجلسو کی آواز سنتے ہی دروازے پر بیٹھ گئے مگر چہ حکم
 اس کے نہیں تھا لیکن شدت اطاعت اور عشق غائب کیا اور گورائے ہو کہ آپ
 ایک حکم فرمائیں خواہ وہ کسی کو ہو اور اس کی تعمیل نہ کی جائے۔ بس یہی روق و شوق
 اور محبت ہم میں ختم ہو گئی ہے اور قلب صادق ہم میں پائی نہیں جاتی اگر ہوتی تو حکم
 عدویٰ رسول و آلہ کی یہ کیفیت نہ ہوتی جو آج ہے۔

————— ﴿۱۱﴾ —————

زندگی کے معمولی سے معمول کاموں میں بھی ذرا الہی اور یا الہی سے غافل نہ
 ہوں بلکہ ہر نعمت کے استعمال کے موقع پر نعمت دینے والے سے غافل نہ رہیں۔
 جب ہر وقت زبان و دل سے یاد خدا ہوگی تو خُپ دنیا کے لئے دس میں جگہ نہ رہ
 جائے گی اور اس کیسے پھر دل سے نکلنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہوگا۔

سید ابن طاہرؒ جب ایک سے زیادہ قسم کی غذا میں کھاتے تھے تو ہر قسم کی غذا سے پہلے بسم اللہ پڑھا کرتے تھے۔ چانور کا دودھ وہ بنے سے پہلے بسم اللہ کا حکم دیتے تھے۔ ہر روٹی تندور میں لگانے سے پہلے بسم اللہ کہنے کی ہدایت فرماتے تھے۔ وہ یہ دودھ نہیں پیتے تھے جس کے وہ بنے سے پہلے بسم اللہ نہ کہی گئی ہو اور کسی روٹی نہیں کھاتے تھے جس کے پکانے سے پہلے بسم اللہ نہ کہی گئی ہو۔
جب یہ حالت ہو تو خُب دنیا کی گنجائش کہاں ہوگی؟

طالع (۱۲) —

اہل ذوق اور آہستہ کا شوق رکھنے والوں سے نشست پر غامت رکھیں تاکہ آپ بھی اہل شوق میں سے ہو جائیں۔ دنیا اور مروت دنیا کی فکر میں منہمک فراموش ہو جائیں تاکہ ان کا اثر آپ پر نہ پڑے۔

طالع (۱۳) —

اکثر قبرستان جا کر قبروں کی زیارت کریں ان سے بڑھ کر عطا و نصیحت قبول کرنے کی جگہ کوئی نہیں۔

طالع (۱۴) —

تلاوت قرآن مع ترجمہ روانہ کا معمول رکھیں کہ بے رغبتی دنیا اور شوق آخرت پیدا کرنے کے لئے کلام الہی سے بڑھ کر کیا چیز ہوگی؟
بے ذوق و شوق مومن کوئی قدر و منزلت نہیں رکھتا اگر شوق میں ہدایت ہو تو دوسرے خواب و خمر گوش کے مزے لے رہے ہوں گے اور یہ سحر جیزی اور اصفو کا درد کر رہا ہوگا (المستطیریں ہاں اسرار) جبکہ مردوں کی طرح دیر تک سوئے رہتا اور نماز صبح قضا کرنے والے کو اس ثواب کے حصوں کی پروا تک نہیں ہوتی۔ جبکہ

ثواب کا شوق عبادت کی رحمت کو بھی کم کر دیتا ہے۔

طریقہ (۱۵) —

حدیث میں ہے کہ رسول خداؐ گھر کے کاموں میں مشغول ہوتے تھے۔ ازواج سے بات چیت کر رہے ہوتے تھے لیکن جب اذان ہوتی تو یہ حالت ہوتی کہ "قام کانه لا یعرفھا" (ایسے کھڑے ہو جاتے جیسے ہمیں پہچانتے ہی نہ ہوں)۔ کم از کم یہی کیفیت پیدا کر لیں کہ ٹھیک ہے دنیا کے کاموں میں مشغول رہیں۔ جس جب احاطہ خدا کا وقت آجائے، اس وقت اس عبادت کے وقت پر تو کم زکم وہ کام کر لیں۔ غصے کی تاریخ آجائے غصے دے دیں۔ اس وقت کمی وقت کے ور قلعہ سرمایہ کے بہانے نہ بنائیں۔ ادائیگی واجبات کا وقت آجائے کے بعد بھی دنیاوی دھندوں میں لگے رہنا، خست دنیا کی علامت ہے اور اس کو کم کرنے کا یہ بھی ایک طریقہ ہے کہ کم از کم اس وقت تو اس کام کو ادا کر لیا جائے۔

طریقہ (۱۶) —

جائز طریقے سے مال حلال جتنا چاہے حاصل کریں مگر خست دنیا کو کم سے کم رکھنے کے لئے کم از کم چھ جگہوں پر مال خرچ کرے۔

یاد رہے کہ مال و دوست کی مثال سانپ کی سی ہے۔ اس میں جہاں رہ رہے وہاں تریاق بھی ہے۔ جب تک زہر کو تریاق سے الگ نہ کیا جائے گا، اس وقت تک اس کے نقصان سے بچا نہ جاسکے گا اور اس کے لئے ضروری ہے کہ چھ جگہوں پر مال خرچ کیا جائے:

- (۱) ازل یہ کہ مال کو اپنے اوپر خرچ کیا جائے چاہے بطور عبادت ہو۔ مثلاً حج و عمرہ کے لئے یا برائے عبادت ہو یعنی ضروریات زندگی کیسے کیونکہ اگر یہ

چیزیں بقدر ضرورت میسر ہیں تو انسان عبادت کے قابل ہو سکتا ہے اگر یہ چیزیں بقدر کفایت نہ ہوں گی تو مجھ۔ ان کی طلب میں سرگرداں رہے گا۔ پس اگر مال حاصل ہو اور مقصود اس سے فراغت برائے عبادت ہو تو یہ خواہ مخواہ عبادت ہے اور یہ دینی فوائد میں شامل ہے ورنہ دنیاوی کاموں میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔

(۲) اس مال میں سے صدقہ سے اس کا ثواب نذرے سے بھی بہت زیادہ ہے لیکن یہ ثواب اسے حاصل ہو سکتا ہے کہ جس کے پاس مال ہوتا کہ وہ صدقہ دے سکے۔

(۳) قیصری چیز مرادت ہے کہ انسان اپنے دوستوں اور عزیزوں کو کھلانے پلانے اور مہربانی و محبت سے پیش آئے۔ خواہ وہ لوگ کھاتے پیتے اور غنی ہی کیوں نہ ہوں۔ مگر بہر حال یہی ہے خواہ مالدار سے ہی کیوں نہ کی جائے۔ یہی درجہ تکفیر دینا، غمگساری اور ہمدردی کرنا اور لوگوں کے درجہ بدرجہ حقوق ادا کرنا بھی مرادت میں شامل ہے۔ اس سے صفت سخاوت پیدا ہوتی ہے جو خود ایک بہت بڑی اخلاقی خوبی ہے۔

(۴) تحفظ ناموس کے لئے ماں و دوست کو خرق کرنا کہ یہ ماں و دوست ہی ہے جو آدمی کو دنیا کی نظروں میں باعزت اور محترم بناتی ہے یعنی یہ مالدار لوگ وہ ہیں کہ دنیا ان کی محتاج ہوتی ہے اور خود دنیا سے بے نیاز ہوتے ہیں اور اس دوست کی وجہ سے ان کے پاس دوستوں اور بھائیوں کی کمی نہیں ہوتی۔ اس سے آدمی لوگوں میں محبوب و مقبول ہوتا ہے اور کسی کی ہمت نہیں ہوتی کہ اسے حقارت سے دیکھ سکے اور بعض دفعہ بہت سے شرمیلی لوگوں کو دینے سے ان کی ریاکاری، چغل خوری، جھجھکی اور خبیثت کی رو بند ہو جاتی ہے۔ پس ان کو کچھ دے کر ان کا

منہ بد کرنا پڑتا ہے اور اس کے لئے حضورؐ کا ارشاد بھی ہے

”جو مال زبان دراروں اور چغل خوروں سے اپنی عزت پہننے کے لئے دیا جائے وہ بھی صدقہ ہی ہوتا ہے۔“

(۵) پانچواں موقع یہ ہے کہ حق خدمت ادا کیا جائے یعنی اُن لوگوں کو دیا جائے جو خدمت کرتے ہیں کیونکہ جو شخص خادم یا ملازم وغیرہ نہیں رکھتا اور سارے کام اسے خود ہی کرنا ہوں۔ مثلاً کپڑے دھونا، بازار آنا، سودا سلف لانا، چیزیں تیار کرنا وغیرہ تو اس کا سارا وقت تو انہیں دھندوں کی نظر ہو جائے گا اور ہر شخص کا فرض عین یعنی عبادت اسے تو کوئی دوسرا انجام نہیں دے سکتا وہ تو اس کا اپنا ہی فرض ہے اور ذکر و فکر میں تو کسی کو پناہ نامب نہیں بتایا جاسکتا۔

چنانچہ اگر سارا وقت انہیں کاموں کی نظر ہو جائے تو ان عبادت کو ادا کر کے کے لئے وقت کہاں سے آئے گا۔ خصوصاً جبکہ عمر کم ہے اور اجل قریب سے قریب تر آ رہی ہے اور سفر آخرت کی منزل بہت طویل اور لمبی ہے لہذا اس کے لئے بہت سارا زاد و راہ بھی درکار ہے اور ایک ایک سانس قیمتی ہے لہذا جس مشغولیت سے بھی گریز ممکن ہو اس سے گریزاں ہی رہنا چاہئے تاکہ زیادہ سے زیادہ وقت عبادت کے لئے میسر آ سکے اور بغیر پیسوں کے یہ ہو نہیں سکتا یعنی اگر مال ہوگا تو نوکروں چاکروں کو دے کر کچھ دوسرے کام ان سے کروا سکتے ہیں اور خود ان سے بچ سکتے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنا بھی ثواب ہے لیکن یہ درجہ ان لوگوں کا ہوتا ہے کہ جن کی عبادت بدنی ہوتی ہے نہ کہ دل سے۔ لیکن جس شخص کا معاملہ دل سے ہو، تن سے نہ ہو اور اسے کار آخرت کا علم بھی حاصل ہو یعنی وہ ذکر الہی اور فکر کی اہمیت سے آگاہ ہو، اس کو کچھ کام تو لایحی۔

دوسروں سے سینے پڑیں گے تاکہ اسے فراغت میسر رہے۔ جون دنیاوی کاموں سے بہت زیادہ بھرا اور عزیز تر ہے جو جس فی طور پر ادا کرنے ہوتے ہیں ورنہ اس کا سارا کارا وقت لے لیتے ہیں۔

(۶) چھٹا موقع یہ ہے کہ کسی خاص شخص کو خیرات نہ دے بلکہ عام خیراتی کام کرے۔ مثلاً مسجد، مدرسہ، یتیم خانہ، ہسپتال غریبوں کے لئے وقف کرے یا کوئی اور ثواب جاریہ یا کام کر جائے جو مرنے کے بعد بھی اس کے کام آتے رہیں

نام منظور ہے تو فیض کے اسباب بنا

ملک بنا، چاہ بنا، مسجد و تالاب بنا

تاکہ لوگ بھی ان سے فوائد حاصل کرتے رہیں اور یہ بات بھی بغیر مال کے ممکن نہیں ہو سکتی۔ ان غرض اگر خُبت دُنیا ایسی ہے کہ مال زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی دھن سے نجات نہیں پاسکتا تو نیک ہے کم از کم خُبت دُنیا کو چھ مواقع پر مال خرچ کر کے کم تو کیا جاسکتا ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ ماں پر فحش، راکوۃ افطرہ، حج وغیرہ کے موقع پر خرچ واجب کرنے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس طرح سے مال دوسروں کو دے کر خُبت دُنیا کو کم سے کم کر دیا جائے۔ غرض ان تمام امور میں خرچ کرنے کی نیت خالصتاً اللہ کے لئے ہونی چاہئے۔ اسی وجہ سے جناب امیر المومنینؑ نے فرمایا ہے :

”جو شخص تمام دنیا کا مال جمع کرنے میں قربانی اللہ کی نیت رکھتا ہو تو وہ رابدوں (دیا کے بے دہنتوں) میں سے ہے اور مگر تمام دنیا کے مال کو ترک کر دے اور نیت قربت نہ ہو تو دور اہد نہیں ہے۔“

ایک سنگی گڑبڑ کا علاج

بعض وعظ و نصیحت کرنے والے خب و نیاز مت کرنے پر جو نہیں گئے اور زبرد توکل کا جو ہیں کریں گے تو یہاں بتادیں گے کہ وہ اعطاس حسبے والد ماجد سے بھی نہ ہوسکتے۔

مثلاً زبرد توکل کے گے یہ دار نہیں کہ ایک چرسہ بھی اپنے پاس نہ رکھے جلد مال و دوست کے ساتھ بھی زبرد توکل ہو سکتا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ مال کے ساتھ دس نہ لگا میں اور حد سے زیادہ کے درپے نہ ہو جس سے زبرد سے اور اگر بغیر مال کے دور ہی طلب ضرورت سے راجد پروردگار عا م خود بھی عا م فرمادے تو یہ بھی زہد کے خلاف نہیں ہے۔

اور توکل یہ ہے کہ اسباب کو مؤثر نہ سمجھے وراں کے لئے اسباب کا ترک و ترک ملازمت جائز نہیں۔ اہل ایمان کی بعض طبیعتیں ایسی ہیں کہ اگر ان کے پاس کچھ مال و دوست نہ ہو تو ان کے ایمان جاتے رہنے کا اندیشہ ہے۔ ان لوگوں کو ترک اسباب کرنا حرام ہے اور ان کو مال جمع کر کے ہی توکل کرنا چاہئے۔ گو کہ اسباب میں کچھ تاثیر نہیں ہے مگر اس سے ایک گونہ تسلی ہو جاتی ہے جیسا کہ رقم پاس ہوتی ہے تو ایک اطمینان سارہتا ہے اور بعض لوگوں کو بغیر رقم ایسا اطمینان نہیں ہوتا جیسا کہ رقم کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسباب میں بڑی حکمت یہ بھی ہے کہ اس سے قلب کو یک سوئی رہتی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اگر آپ کبھی ریل میں سوار ہوں اور ٹکٹ آپ کے پاس ہوں تو ظاہر ہے کہ ایک دلجمعی اور اطمینان رہتا ہے اور اگر ٹکٹ کھو جائیں چاہے غیر وغیرہ سب یا دونوں تو اس وقت ایسا اطمینان نہیں ہوتا۔

اس لئے داعظمین جو زبرد توکل کے لئے عار مت ترک کرنے اور اپنے پاس

کچھ جمع نہ رکھنے کی عام طور پر تعلیم دیتے ہیں، یہ اُن کی غلطی ہے۔ یہ لوگ ایسا تو کھل سکھاتے ہیں جیسا کہ کسی مولوی صاحب نے کسی بادشاہ کو تعلیم دی تھی کہ تم نے اتنی فوج کیوں جمع کر رکھی ہے؟ اس کو الگ کر دو اگر دشمن جمع ہوگا تو ہم اس کو وعظ و نصیحت سے سمجھالیں گے۔ بادشاہ نے فوج الگ کر دی۔ کچھ دن کے بعد دشمن نے حملہ کر دیا، بادشاہ نے مولوی صاحب کو بلایا کہ وعظ و نصیحت سے دشمن کو دفع کرو۔ یہ سمجھانے لگے اور کچھ نصیحتیں کیں مگر دشمن نے ایک نہ مانی تو مولوی صاحب اپنا سامان لیکر واپس آئے اور بادشاہ سے کہا: ”حضور یہ تو بہت بد معاش ہیں مانتے ہی نہیں بس ان کا ایمان گیا اور آپ کا ملک گیا۔ صبر کیجئے۔“

تو حضورؐ نے ایسا تو کھل نہیں سکھایا اور تعلیم دی کہ ڈہدیہ ہے کہ دنیا کی دل میں قدر نہ ہو اور اس سے دل کو خالی رکھو یہ نہیں فرمایا کہ ہاتھ بھی خالی رکھو۔

البتہ دل اس چیز سے اتنا نہ لگا لو کہ اگر وہ چیز تلف اور ضائع ہو جائے تو افسوس ہی میں جان ہلکان کر لو۔ ایک دفعہ ایک عالم کے پاس تحفہ میں آئینہ چینی آگیا تھا جو بڑا قیمتی اور نایاب تھا۔ اتفاق سے ایک دن خادم کے ہاتھ سے وہ آئینہ ٹوٹ گیا۔ وہ ڈرا کہ کہیں عتاب نہ ہو، ڈرتے ڈرتے اس نے عرض کیا حضور

از فضا آئینہ چینی شکست

(فضائے الٰہی سے آئینہ چینی ٹوٹ گیا)

انہوں نے فی البدیہہ جواب دیا کہ

خوب شد اسبابِ عود بینی شکست

(اچھا ہوا کہ خود بینی کے اسباب کو شکست ہوئی)

اس دنیا میں زہد سے کیا مراد ہے؟ اس کا جواب مولائے کائنات نے یوں دیا ہے:

لکھلا نامو علی ما فاتکم ولا تفرحو بما اتاکم

جو چیز ہاتھ سے چلی جائے اس کی پرواہ نہ کرو اور جو چیز ملے اس پر (ضرورت سے زائد) خوش نہ ہو۔

امام حسینؑ کا ایک لقب ”الزہد“ بھی ہے۔ آپؑ نے اپنی بہن جناب زینبؑ سے ارشاد فرمایا:

”اے میری بہن طاہرہ! نہ کرو میری موت کی خبر سننے کے لئے اپنے آپ کو تیار رکھو۔ آج یا کل نہ ہے نصیب کہ خدا کی راہ میں مارا جاؤں۔ اہل زمین میں سب مرجائیں گے اور اہل آسمان بھی باقی نہیں رہیں گے۔

میرے جہاز احمد مجھ سے کہیں بہتر تھے وہ دنیا سے چلے گئے۔ میرا باپ، میری ماں اور میرا بھائی مجھ سے بہتر تھے، وہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہارے صبر کو ختم کر دے۔“

زہد کے بھی یہی معنی ہیں دنیاوی زندگی سے بے رغبتی۔ اگر آپ عاقل ہو گئے تو آپ زہد بھی ہو جائیں گے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ عقلی تقاضوں کے تحت زندگی کو اعتدال کے ساتھ بسر کیا جائے۔ دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ لینا اور اس پر تکیہ کرنا بے اعتدالی ہے۔ آپ کا ہدف فقط دنیا نہیں ہونا چاہئے۔ عقلمند انسان شروع ہی سے دنیا کے فنا ہو جانے کا شعور رکھتا ہے۔ لہذا نہ صرف یہ کہ اس میں کم دلچسپی لیتا ہے بلکہ اپنی دوستی کا دائرہ عالم آخرت تک وسیع کر لیتا ہے۔

واللین امنوا اشدا حباً للہ

لیک بڑا مقام

اہل آخرت، آخرت کی طرف جتنا متوجہ ہوتے جاتے ہیں، اتنا ہی ان کی توجہ دنیا سے کم ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ پوری دنیا سے بے نیاز ہو جاتے ہیں اور ان کے دل میں استغناء پیدا ہو جاتا ہے اور زیبائش دنیا کو وہ حضرات ناچیز خیال کرنے لگتے ہیں جیسے اہل اللہ دونوں سے مستغنی ہوتے ہیں اور دونوں ہی سے قطع تعلق کر لیتے ہیں اور وہ صرف غنی علی الاطلاق (پروردگار عالم) کی طرف احتیاج رکھتے ہیں اور جلوہ پروردگار ان کے دل کے آئینہ میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ خدا ہم سب کو انہیں لوگوں میں قرار دے۔ آمین!

مدارک

قرآن مجید	نہج البلاغہ
چہل حدیث	ایمان
دنیا و آخرت	درس اخلاق
عروج السعادة	نور اخلاق
نسخہ کیمیا	احیاء العلوم
تنبیہ الغافلین	اسلامی اخلاق کا جدید اسلوب

حُبِّ دُنْیَا یَا حُبِّ آخِرَت

ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی
مولاً ! ہم دنیا سے محبت کرتے ہیں (مراد مالِ دنیا ہے)
آپؑ نے فرمایا : تم اسے کس کام میں لاتے ہو۔؟
اس نے عرض کیا :

• ہم اس (پیسے) سے شادی کرتے ہیں

• حج بجالاتے ہیں

• محتاجوں کو کھانا کھلاتے ہیں

• مومن بھائیوں کی مدد کرتے ہیں

• اور راہِ خدا میں صدقہ دیتے ہیں

امامؑ نے فرمایا : یہ دنیا نہیں، آخرت ہے۔۔

(یعنی یہ حُبِّ دنیا نہیں ، حُبِّ آخرت ہے)